صنعتی، ادبی، سائنٹی فک

ماہوار

رسالہ نمایش

جلد (۵)	ماہ آذر ۱۳۳۵ فصلی	ماہ اکتوبر ۱۹۲۵ عیسوی	نمبر ۴۹

فہرست

تعارفات

نمائش نے اب اپنی عمر کے پانچویں سال میں قدم رکھا ہے اس دوران میں اس نے کئی مدارج طے کئے اور رنگ روپ بدلا اب بفضل خدا یہ آن بان سے منظر عام پر آیا ہے بعض ابواب مستقل وجود رکھتے ہیں، شذرات اور ایجادات و معلومات میں اس امر کی حتی الامکان کوشش کیجائیگی کہ قارئین کرام کو تازہ ترین حالات اور ترقیات سے باخبر کیا جائے اسکے علاوہ صنعتی اور ادبی مضامین کو بھی خاص ترتیب و احتیاط سے شایع کرنیکا انتظام کر لیا گیا ہے ان بنیادوں پر ایک ایسی عمارت تیار کرنیکا ارمان ہے جسکی تعمیر اہل ملک کی قدردانی اور استعانت پر مبنی ہے، قومی ترقی صنعت و حرفت کی اشاعت کے بغیر ناممکن ہے اس رسالہ کا عروج قومی عروج کے مرادف ہے اسکے ساتھ ہی ساتھ ادبی چاشنی روحانی ضیافت کا درجہ رکھتی ہے چنانچہ ان دونوں کی آمیزش کا یہ مجموعہ اوراق شراب دو آتشہ کے طور پر ہدیہ ناظرین ہے۔

صنعتی مضامین کی اشاعت میں اس امر کی احتیاط کی گئی ہے کہ ایسی تجویزیں اور ترکیبیں پیش کیجائیں جن سے اہل ملک بآسانی مستفید ہو سکیں اور زیادہ وقت کے بغیر ان پر عمل ہو سکے، عرق گلاب یا جیلی وغیرہ روزمرہ انسانی ضروریات میں داخل ہے اس لئے ان کی تیاری اور تجارت سے خاطر خواہ فائدہ کی امید وابستہ کیجا سکتی ہے۔

مختصر سرمایہ داروں کا مستقل باب نمائش میں ایک نہایت ضروری اضافہ ہے اسکے تحت جو تجاویز پیش ہونگی امید ہے کہ انکے ذریعہ سے تھوڑا سا سرمایہ رکھنے والے بھی کافی ترقی کر سکینگے اور اپنے ملک کے صنعتی عروج میں حصہ لینگے۔

طلبہ کیلئے بھی اس قسم کی چند تجویزیں پیش کی گئی ہیں جن کے ذریعہ وہ اپنی تعلیم کے ساتھ ساتھ معاش پیدا کر سکتے ہیں طلبہ کی عام حالت کے پیش نظر یہ باب ناگزیر ہے توقع ہے کہ اس قسم کے طلبہ مذکورہ تجاویز پر عمل کر کے فکر روزگار سے سبکدوش ہونگے اور اپنے علمی انہماک میں کسی طرح کا خلل نہ پڑنے دینگے۔ سوالات اور جوابات کا عنوان اپنے میں بہت کچھ دلچسپی رکھتا ہے جوابات کے ساتھ سوالات کے اندراج کا بھی خیال رکھا گیا ہے تاکہ عام ناظرین بھی اس سے مستفید ہوں جن سے استدعا ہے کہ وہ ہر قسم کے سوالات بلا پس و پیش دفتر میں روانہ کریں تاکہ انکی ضرورت اور عنوان کی دلچسپی و اہمیت قائم رہے۔

مرد و زن کا عالمانہ طرز بیان منظر علی صاحب کی علمی تحقیق پر دلالت کرتا ہے آپ نے ہر دو اصناف کے خصوصیات اور اہمیت پر نہایت بلیغ پیرایہ میں روشنی ڈالی ہے یہ پر مغز مضمون نمائش کے لئے مایۂ ناز ہے۔

دور حاضرہ کے بلند پایہ شاعر جناب صدق کی یہ غزل جذبات عالیہ کا نہایت پاکیزہ نمونہ ہے علو تخیل کے ساتھ صفائی زبان اور سلاست بیان یہ خوبیاں آپکے محاسن کلام کے ارکان ثلاثہ ہیں۔ اس غزل میں آپ نے جدید رنگ کو نہایت پاکیزہ اسلوب بیان میں جھلکایا ہے اور ندرت و شستگی کے ساتھ سخن سرائی کر کے قارئین کے دل کو لبھایا ہے۔

مرزا الم فسرح صاحب کے زور قلم پر جسقدر بھی رشک کیا جائے کم ہے حزنیہ اور طربیہ ہر دو اصناف میں آپ نے جس لطافت بیان اور جدت اسلوب سے کام لیا ہے وہ آپ اپنی مثال ہے یہ فطرت کی ستم ظریفی ہے کہ جو لوگ کسی عظیم الشان کارنامہ کے اہل ہوتے ہیں وہ اکثر بے فیض ہوا کرتے ہیں لیکن امید ہے کہ آپ اس نظریہ کو باطل کر کے اپنے پر لطف اور پاکیزہ ظرافت سے رسالہ کو ہمیشہ مالامال کرنے میں آئندہ بخل سے کام نہ لینگے۔

اختر صاحب اپنے بیش بہا کلام کی تازگی سے قارئین کے دل کو جسقدر شگفتہ اور ذوق انگیز بناتے ہیں وہ آپ کے اعجاز بیان کا ادنی کرشمہ ہے ادب حاضرہ میں جس چیز کا فقدان ہے اسکی تکمیل کی امید آپ کی ذات سے بدرجہ اتم وابستہ کیجا سکتی ہے نمائش آپ کی سرپرستی کا ممنون ہے

آغا صاحب نے جس خاص رنگ کا تسلط ادب حاضرہ پر چھایا ہے اسکی جھلک اپنی چہیتی پریم کے امتحان اور بناؤ سنگار میں صرف کی ہے لیکن دیکھنا یہ ہے کہ اتنی ناز برداری کے بعد بھی رقیب روسیاہ (یعنے للو ادیو) سرخرو نظر آتا ہے پھر بھی ہماری بد دعا ہے کہ وہ پریم کی چاہت سے ہاتھ نہیں اٹھائینگے اور اسکی آبیاری میں سرگرم رہکر نمائش کو اپنے لطیف مضامین سے جمیل بنائینگے۔

حضرت زندہ دل اسم با مسمی ہیں اور ظریف بھائی سے وعدہ ہیں انکے معلوم ہوتے ہیں اس مضمون میں مطلب پارلیس کی تیاری میں جس مستعدی اور سرعت و طرز بیان سے کام لیا ہے اسکی تصدیق کیلئے ہماری نظریں ظریف بھائی صاحب کی طرف لگی ہوئی ہیں امید ہے کہ وہ حضرت زندہ دل کے اس فیصلہ اور مہتمم بالشان دلائل سے قائل ہو گئے ہونگے ورنہ یہ گوئے و یہ میدان۔

شذرات

صنعتی ترقی میں بنگال ہمیشہ سے پیش پیش رہا ہے ۱۹۲۴ء کی رپورٹ سے جو وہاں کے محکمۂ صنعت و حرفت کے ناظم نے مرتب کی ہے واضح ہوتا ہے کہ دوران سال میں اس محکمہ کی ہر شاخ میں بہت کچھ مفید کام کیا گیا ہے کلکتہ ریسرچ لیباٹری میں جو تحقیق و تفحص کیا گیا ہے وہ خاص دلچسپی رکھتا ہے اور مختلف الموضوع ہونے کے اعتبار سے اس میں سول لیدر (تلے کا چمڑا) کی دباغت لگانے کے چمڑے سے صندوق سازی اور چھپکلی کی کھال کی قماش بھی شامل ہے۔

ہندوستان کی ایک نئی بندرگاہ کی تعمیر عنقریب شروع ہونے والی ہے جو خلیج بنگال کے ساحل پر بمقام وزگاپٹم واقع ہے امید کیجاتی ہے کہ پانچ سال کے عرصہ میں اس بندرگاہ کی تعمیر درجہ تکمیل کو پہنچ جائے گی اسکے لئے علاوہ وزاگاپٹم سے رائے پور (وسط ہند) تک ریل ڈالی جائیگی جسکی تعمیر بنگال ناگپور ریلوے کے زیر نگرانی اس رقم سے جو اسے گورنمنٹ عطا کریگی عمل میں آئیگی ۔

حیدرآباد دکن کی جانب سے ایک ماہر کیمیا اس امر کے مطالعہ کے لئے متعین کئے گئے تھے کہ بنگال، بمبئی اور مدراس میں کھجور کے رس سے شکر کن کن طریقوں سے بنائی جاتی ہے انہوں نے حال ہی میں ایک رپورٹ شائع کی ہے جسمیں انکے مطالعہ اور تجربہ کے نتائج درج ہیں صاحب موصوف کا بیان ہے کہ ہندوستان میں درآنحالیکہ نیشکر شکر کی [illegible] کا مخزن اور اسکی ترقی کا خاص ذریعہ رہا ہے اور رہیگا کھجور اس ترقی اور تجارت میں کچھ کم درجہ کی حصہ دار نہیں اس ملک میں سالانہ ۳۰ لاکھ ٹن کچی شکر تیار ہوتی ہے اور اس میں کی دس فی صدی شکر کھجور سے بنتی ہے۔ بنگال کی کھجور بہ نسبت بمبئی اور حیدرآباد کے زیادہ رسدار ہوتی ہے چنانچہ انکی رائے ہے کہ بنگال کی کھجور کی کاشت سے زیادہ رس برآمد ہونے کی امید ہے۔

صوبۂ بہار میں ریشم کی صنعت قدیم زمانہ سے آرہی ہے حال ہی میں گورنمنٹ نے اسمیں دلچسپی لیکر اس کے لئے ترقی کے ذرائع مہیا کئے ہیں بھاگلپور کا کارخانہ جو اس صوبہ کی ریشم کی صنعت کا مرکز ہے وسیع پیمانہ اور مستقل طور پر قائم کیا گیا ہے کوشش کیجارہی ہے کہ بمقام کمنی ضلع رانچی میں شہتوت کے ریشم کی پیداوار کو وسعت دیجائے کاریگر سوائے ٹسر اور اری اور بقیہ کی تیاری کے اور کوئی کام نہیں جانتے تھے اب اس کارخانہ میں شہتوت کے اری اور مونگا ریشم کی بافت ہوتی ہے اور اس میں رنگ برنگ کی جھلک دیجارہی ہے۔

ڈھاکہ اور مرشدآباد کی مشہور صنعتوں کا احیا کیا

جا رہا ہے ڈھاکہ کی صنعت جس کا ذکر صرف زبانوں پر باقی رہ گیا تھا اور جسکا عمل چند سال سے ناپید ہے پھر زندہ کیجا رہی ہے، وہاں کے جلاہے ایک ایسا اعلی قسم کا ململ تیار کر رہے ہیں جسکی ان سے امید نہیں کیجا سکتی تھی مرشد آباد نے نہ صرف یہ ثابت کیا ہے کہ وہ اسی قسم کا عمدہ ریشمی کپڑا تیار کر سکتا ہے جو قدیم زمانہ میں تیار ہوتا تھا بلکہ اسکے کارخانوں میں ایسی نفیس ریشم بافی ہو رہی ہے کہ وہ جو گنج اور "لیونس" جیسے مشہور ریشم گاہ کے کاریگروں کے لئے قابل رشک ہے اس میں شک نہیں کہ اس میں مشینوں کی ساخت کی نفاست نہیں پائی جاتی لیکن مضبوطی اور پائداری میں اس کا کوئی نظیر نہیں اگر موجودہ ترقی کو برقرار رکھا جائے تو امید کیجا سکتی ہے کہ جو کچھ کسر باقی ہے وہ بھی پوری ہو جائیگی۔

مرشد آباد نے صرف ریشم کی دستکاری کے اعتبار سے صنعتی دنیا میں عظیم الشان درجہ نہیں حاصل کیا ہے بلکہ ہاتھی دانت کی صنعت بھی نہایت اعلی پیمانہ پر شروع کی گئی ہے جس کے نفیس نفیس نقش و نگار اور تراش خراش سے پتہ لگتا ہے کہ ہندوستانی صناعوں نے عدم رواج کے باعث اپنی مہارت کو ہاتھ سے نہیں جانے دیا، مرشد آباد نے اون کی صنعت کی بھی ابتدا کی ہے اور نہایت کار آمد بلانکٹ تیار کرنے شروع کئے ہیں وہاں کے کاریگر یہ جاننے کے لئے کہ وہ صرف اپنے ملک کی مانگ پر قناعت نہیں کرتے عورتوں کے لئے بلانکٹ کے کوٹ تیار کرنے شروع کئے ہیں جو امید ہے کہ یورپ میں انکی عمدہ دستکاری کے اعتبار سے نہایت مقبول ہونگے۔

اسکے علاوہ ریشمی دستیاں بھی وسیع پیمانہ پر تیار کی جا رہی ہیں جنھیں نگینوں اور شوخ بنا کر یورپ کی فیشنبل دنیا میں داخل کرنے کی کوشش کیجا رہی ہے۔

انڈین ریڈیو ٹیلیگراف کمپنی نے ہندوستان میں ایک بے تار برقی کا اسٹیشن قائم کرنے کا معاہدہ کیا ہے یہ غالباً نصف سال کی مدت میں تیار ہو جائیگا جسکے بعد پوری سلطنت میں آپس کی پیام رسانی کی تجویز درجہ تکمیل کو پہنچ جائیگی اگرچہ اسوقت کلکتہ، بمبئی، مدراس اور کراچی میں بے تار برقی کے کلب موجود ہیں جنھیں پیام رسانی کا کام جاری ہے لیکن وہ اسقدر معمولی پیمانہ پر قائم کئے گئے ہیں کہ اپنے قرب و جوار کے لئے بھی ناکافی ہیں۔

بمبئی کے محکمہ صنعت و حرفت میں دو سال سے کیالیکو چھاپنے کے تجربے عمل میں آ رہے تھے انکا نتیجہ دو کارخانوں کی صورت میں برآمد ہوا ہے جو احمد آباد اور سورت میں کیالیکو چھاپنے کے لئے قائم کئے گئے ہیں امید ہے کہ مشرقی افریقہ میں اسکی درآمد ہوگی اور وہاں کے لوگ اسے وسیع پیمانہ پر استعمال کرینگے مانچسٹر اور ہالینڈ سے جو نمونے مشرقی افریقہ میں بھیجے گئے ہیں وہ حاصل کر لئے گئے ہیں۔ انکا طول ۶۲ انچ اور عرض ۴۶ انچ ہے اور خنگا کے نام سے موسوم ہیں کوشش کیجا رہی ہے کہ ہندوستانی کارخانوں اور بمبئی کی گرنیوں کو جو اس تجارت میں چھاپنے کا کام کرتے ہیں اسمیں دلچسپی لینے پر مائل کیا جائے۔

فیروز آباد (آگرہ) ہر قسم کی کانچ سازی کے لئے ایک عرصہ سے مشہور رہا ہے اور بیس پچیس سال سے ہندوستان کے ہر حصہ کے لئے مختلف اقسام کی رنگا رنگ چوڑیوں کی تجارت کا مرکز ہے سال کے ہر موسم میں اور خصوصاً سرما میں پنجاب راجپوتانہ گجرات، سندھ، بنگال، مدراس اور دکن بلکہ ملک کے ہر حصہ کے کانچ فروشوں کی فرودگاہ رہا کرتا ہے اسوقت وہاں تقریباً ایسے پچاس کارخانے ہیں جو اس موٹی کانچ سے جو "گوکل گلاس ورکس" فراہم کرتے ہیں نہایت نفیس اور خوبصورت چوڑیاں تیار کرتے ہیں "انڈین گلاس ورکس" کا کارخانہ جو ۱۹۰۳ء میں قائم ہوا تھا یاقوتی کہربائی اور نیلی رنگ کی کانچ سازی میں کامیاب ہوا ہے جو ابتک غیر ممالک سے آیا کرتی تھی یہ مسئلہ زیر غور ہے کہ مشنوں کی مدد سے ان اصولوں پر جو غیر ممالک میں رائج ہیں وسیع پیمانہ پر کام کیا جائے تاکہ کانچ کی مقامی صنعت باعتبار قیمت و عمدگی باہر کی درآمد شدہ کانچ کا مقابلہ کرسکے۔

روئی کی روزافزوں ضرورت نے اکثر دماغوں کو اسکی پیداوار اسکی ترقی کے ذرائع سوچنے پر مجبور کیا ہے چنانچہ شہتوت کے درخت کی جڑ میں روئی کے پودے کا قلم لگانے سے نہایت کامیاب نتائج برآمد ہوئے ہیں روئی کا ایک پودا جسکی پھلیوں کی اوسط تعداد چالیس ہوتی ہے شہتوت کے درخت میں اس کا قلم لگانے سے اسکے پھلیوں کی تعداد ۹۰ تک پہنچ جاتی ہے یہ ترکیب امریکا کی جنوبی ریاستوں کی ایک باغبان کے ذہن رسا کی ممنون ہے اس تجربہ کا شائع انتہائی دلچسپی سے کیا جارہا ہے کیونکہ اگر یہ کامیابی برقرار رہ سکی تو نہ صرف روئی کی پیداوار میں کثیر اضافہ ہوگا بلکہ کاشت کے اخراجات بھی نہایت کم ہوجائینگے قلم لگائے ہوئے پودوں کا قد ۸ فٹ تک پہونچ گیا ہے۔

مصنوعی ہیرے اور دیگر جواہرات کے بنانے کی جیسے جیسے نئی نئی ترکیبیں نکل رہی ہیں۔ نقلی مال نہایت خطرناک کثرت کے ساتھ بڑھ رہا ہے اور جوہریوں کو مجبوراً اپنا بیشتر وقت اسکی جانچ پڑتال میں گزارنا پڑتا ہے جب کبھی کسی جوہری کو کسی پتھر کے متعلق شبہ ہوجاتا ہے تو وہ اسکی مختلف طور پر اور بعض وقت نہایت سخت آزمائش کرتا ہے مثلاً اگر مشکوک ہیرے کو شفاف پانی میں ڈالدیا جائے اور اسکی چمک کم ہونی شروع ہوجائے تو فوراً مصنوعی قرار دیدیا جاتا ہے دوسرے آزمائش یہ ہے کہ جواہر پر پانی کا ایک قطرہ گرایا جاتا ہے اور اگر اسپر پنسل کی نوک رکھنے سے وہ کھنچ جائے تو مصنوعی ہے بعض اوقات سفید کاغذ پر ایک سیاہ نقطہ لگایا جاتا ہے اور ہیرے کو اسکے مقابل رکھا جاتا ہے اگر وہ نقطہ دھندلا نظر آئے تو گویا ہیرا نقلی ہے اصلی جواہرات نہایت سخت ہوا کرتے ہیں اور اگر انہیں سوہن سے رگڑا جائے تو نہیں ٹوٹتے اس لئے اگر کوئی ہیرا رگڑنے سے ٹوٹ جائے تو وہ مصنوعی ثابت ہوگا۔

یوکاتان (وسط امریکا) کے کھنڈروں میں بعض [illegible] کے زمانہ کی تحریریں پائی گئیں جو تصویروں کی صورت میں لکھی ہوئی ہیں "لی پلونجیون" ان تحریروں کو حل کرتے ہوئے

ایک عظیم الشان واقعہ کے ذکر سے دوچار ہوا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ایک براعظم بحر اٹلانٹک کی موجوں کے نیچے موجود ہے جسکے افسانے ادبیات میں قدیم ترین زمانے سے ابتک چلے آتے ہیں ممکن ہے کہ یہ زبردست واقعہ ہی اس عقیدہ کا سرچشمہ ہو جو کہ ایک عظیم الشان سیلاب (غالباً طوفان نوح) نے کرۂ ارض کے قدیم باشندوں کو تہ آب کر دیا تھا، یہ یقینی ہے کہ امریکہ اگرچہ نئی دنیا کے نام سے موسوم ہے لیکن وہ کرہ ارض کی قدیم ترین سرزمین ہے اور جو تحریریں یوکاتان کے میدانوں میں پائی گئی ہیں وہ اہرام مصری کی تعمیر کے زمانہ میں لکھی گئی تھیں مذکورہ سانحہ عظیم کہا جاتا ہے کہ ۹۰۰۰ قبل مسیح میں واقع ہے اور اس زمانہ میں یوکاتان جسکا تہذیب و تمدن نہایت اعلیٰ درجہ کا تھا ممکن ہے اس غرقاب شدہ براعظم کا بچا ہوا حصہ ہو یہ کوئی بہت وسیع ملک نہیں ہے باایں ہمہ تلاش و تحقیق کی زبردست مشکلات کے باوجود اسوقت تک ۱۶۲ شہروں کے کھنڈر برآمد ہوئے ہیں بعض ان میں سے اسقدر وسیع ہیں کہ ان میں ۲۵ لاکھ کی آبادی رہی ہوگی اور یہ ممکن ہے کہ جو مینار ان کھنڈروں میں پائے گئے انہوں نے آگے چل کر شاہان مصر کو اہرام مصری کے تعمیر کرنے کیلئے نمونہ کا کام دیا ہو۔

دنیا کے اکثر حصوں میں انگلستان سے ہوائی جہاز کا سلسلہ قائم کرنے کی دلچسپ تجاویز عمل میں آ رہی ہیں ہوائیات کے محکمہ کے پیش نظر یہ تجویز بھی ہے کہ ۱۹۲۷ء سے انگلستان اور ہندوستان کو ہوائی جہاز کی مستقل آمد و رفت سے منسلک کر دیا جائے یہ جہاز بہت بڑے ہونگے جنمیں ۴۴ مسافروں کی نشست کی گنجائش ہوگی سفر صرف دوروز کا ہوگا اور جہاز ہر طرح کے سامان سے مکمل ہونگے ان میں ایک باورچی خانہ بھی ہوگا اور جنت وینڈ بر قی روشنی کے ذریعہ عمل میں آئیگا انگلستان سے ہندوستان تک مسافت دو روز کی ہوگی بشرطیکہ رات کے وقت بھی سفر جاری رہے چنانچہ آخر الذکر کے لئے انتظامات عمل میں آ رہے ہیں

کچھ عرصہ ہوا کہ انگلستان میں اس قسم کا تجربہ کیا گیا کہ قلب کی جنبش ٹیلیفون کے ذریعہ ایک میل کے فاصلہ پر روانہ کی گئی تاکہ اس مقام کے ڈاکٹر دل کی حرکت سے مرض کی تشخیص کریں یہ تجربہ شاندار طریقہ پر نہایت کامیاب ثابت ہوا اور ان ڈاکٹروں نے بالکل صحیح رائے قائم کی۔

حال ہی میں جو کیلیفورنیا میں زلزلہ آیا تھا اسکی تصاویر ہوائی جہاز کے ذریعہ سے لی گئیں اور نیویارک کو بذریعہ ٹیلیفون روانہ کی گئیں

اہل فرانس گیاس کی ترقی میں حد سے زیادہ دلچسپی لیتے ہیں وہ عام طور پر گیاس کی پیدائش کیلئے تاکارہ ایندھن سے فائدہ اٹھاتے ہیں جو عموماً انکی نوآبادیات میں پایا جاتا ہے حال میں سرکاری طور پر اس امر کی آزمائش کی گئی کہ موٹر انجن کے لئے گیاس پیدا کرنے میں کہاں تک کامیاب ہو سکتے ہیں؟ یہ امید کیجاتی ہے کہ ان تجربوں کا یہ نتیجہ ہوگا کہ موٹر گیاس کے انجن چلانے کیلئے استعمال کئے جائینگے اور بھاپ کے انجنوں سے کام نہیں لیا جائیگا۔

عرقِ گلاب کھینچنے کا طریقہ

عرق گلاب کھینچنے کے لئے جن دیسی آلات کی ضرورت ہوتی ہے وہ نہایت معمولی قسم کے ہوتے ہیں اور جنکی ترکیب بھی نہایت سادہ ہے۔ اس کے لئے ایک بڑے لوہے یا تانبے کے دیگچے کی ضرورت ہے جس میں دس بارہ گیلن کی گنجائش ہو۔ اس دیگچے کا منہ چوڑا ہونا چاہئے تاکہ اسکے اوپر ایک اور چھوٹی دیگچی جسے الٹا رکھنا چاہئے برابر آسکے اس چھوٹی دیگچی کے پیندے میں جسکا رخ اوپر کیطرف ہوگا ایک سوراخ ہونا چاہئے تاکہ اسمیں ایک نلی لگائی جا سکے یہ نلی بانس کے دو ٹکڑوں سے بنتی ہے جسکی شکل زاویہ حادہ کی ہوتی ہے اس نلی پر مٹی چڑھا کر اسے تاگے سے اچھی طرح کس دیتے ہیں تاکہ بھاپ اسمیں سے باہر نہ جا سکے اس نلی کو اوپر کی چھوٹی دیگچی کے سوراخ میں آٹے اور پانی سے اچھی طرح جما دیا جاتا ہے اور اس کا دوسرا سرا ایک بھبکے میں لگا دیا جاتا ہے جو پانی سے بھری ہوئی دیگچی میں رکھا رہتا ہے اور اس دیگچی کا پانی گرم ہونے کے بعد بدل دیا جاتا ہے بڑے دیگچے اور چھوٹی دیگچی دونوں کے منہ کو اچھی طرح مٹی یا آٹے سے بند کر دیا جاتا ہے اور بھبکے کے سوراخ کو بھی جہاں نلی کا دوسرا سرا لگایا جاتا ہے کپڑے سے اچھی طرح بند کر دیا جاتا ہے تاکہ کہیں سے بھی بھاپ نکل نہ سکے اسکے بعد بڑا دیگچہ ایک مٹی کے گرم چولہے پر رکھ دیا جاتا ہے اب یہ آلات مکمل ہو جاتے ہیں۔

دیگچے میں دس پندرہ ہزار پھول سما سکتے ہیں ۱۲ ہزار پھولوں میں پندرہ سیر پانی ڈالنا چاہئے اور کشیدہ عرق کی مقدار ۱۲ سیر ہوگی اس کھینچے ہوئے عرق کو ایک قرابے میں ڈالکر کئی روز تک دھوپ میں رکھنا چاہئے تاکہ وہ پکا ہو جائے اسکے بعد قرابے کے منہ کو روئی سے بند کر دیا جاتا ہے اور پھر گیلی مٹی جما دی جاتی ہے۔ یہ مٹی جب سخت ہو جاتی ہے تو خوشبو کے جانے کا خوف نہیں رہتا بہترین قسم کے عرق کا تناسب گلاب کے پھولوں اور کشیدہ عرق میں ایک ہزار اور ایک سیر کا ہے

عطرِ گلاب

عرق گلاب کو حسب ذیل ترکیب سے عطر میں منتقل کیا جا سکتا ہے۔ کشیدہ عرق کو ایک کھلے ہوئے برتن (تانبے کا ہو یا لوہے کا) میں ڈالکر اس پر ململ کا باریک بھیگا ہوا کپڑا باندھ دینا چاہئے تاکہ اس میں گرد یا کپڑے وغیرہ نہ گر سکیں زمین میں دو فٹ گہرا گڑھا کھود کر اسے پانی سے تر کر لینا چاہئے اسکے بعد عرق سے بھرے ہوئے برتن کو اس گڑھے میں رات بھر کے لئے رکھ دینا چاہئے عطر گلاب کو ہمیشہ موسم کی ابتدا میں تیار کرنا چاہئے جبکہ رات ٹھنڈی اور خنک ہوا کرتی ہے صبح دم اس جھلی کو جو عرق کے سطح پر جم جاتی ہے پر کے ذریعہ سے آہستہ آہستہ اتار کر کسی شیشی میں نہایت حفاظت کے ساتھ ڈالنا چاہئے دن بدن یہ مجموعہ بڑھتا جاتا ہے اور اسے تھوڑی دیر کے لئے دھوپ میں رکھتے رہنا چاہئے پھر اس کہربائی رنگ کے عطر کو کسی بڑی شیشی میں احتیاط کے ساتھ جمع کر لینا چاہئے خالص عطر شروع کے تین چار روز تک ہلکا سبزی مائل رنگ رکھتا ہے

لیکن چند ہفتوں میں اس کا رنگ ہلکا زرد ہو جاتا ہے عطر گلاب کا اندازہ عام طور پر یہ لگایا جاتا ہے کہ ایک لاکھ پھولوں سے صرف ایک تولہ عطر تیار ہو سکتا ہے عموماً صندل کے تیل میں عطر گلاب کی آمیزش کر دی جاتی ہے۔

جیلی تیار کرنے کا طریقہ

مختصراً جیلی بعض میوؤں کے رس اور شکر کو تناسب کیساتھ باہم پکانے سے تیار ہوتا ہے اس کا سادہ ترین طریقہ یہ ہے کہ میووں کو ابال کر جیلی کی تھیلی میں بند کر کے بہت قوت کے ساتھ نچوڑنا چاہئے ان میں سے جسقدر عرق نکل سکتا ہے اسے تولکر اسکے وزن کے برابر شکر ملا کر پکا لیتے ہیں آخر میں چمچوں سے نکالکر اس امر کا اندازہ لگا لیتے ہیں کہ آیا وہ ٹھنڈا ہو کر جم جائیگا یا نہیں اس کے بعد اسے نکال کر مرتبان یا شیشہ میں رکھ لیتے ہیں، مذکورہ طریقہ سے ظاہر ہے یہ طریقہ سائنٹفک اور پابند اصول نہیں ہے۔

اگر بہترین طریقہ سے تیار کیا جائے تو جیلی میں خوبیاں ہونی چاہئیں کہ نہایت چمکدار شفاف جھلکتا ہوا اور خوشرنگ تشتری میں نکال کر رکھنے کے بعد باوجود منجمد ہونے کے اسمیں لرزش پیدا ہو۔ نہایت نرم و نازک ہو لیکن اسقدر سخت ضرور ہو کہ نہایت نفیس ٹکڑوں میں تراش لیا جائے اور ان ٹکڑوں کے زاویوں کی ہیئت دلکش اور پاکیزہ ہو اور انکی چمک برقرار رہے، آخری اور بہترین صفت یہ ہونی چاہئے کہ جیلی کی مہک اور لذیذ خوشبو سے میوؤں کی تازگی اور پختگی کا پتہ لگ سکے۔

اگر جیلی کی تیاری کے بعد اسکی شکل شربت کی ہو یا اس میں چینپ ہو یا سخت ہو تو سمجھ لینا چاہئے کہ اسکی ترکیب ساخت ناقص تھی۔

عرصہ دراز تک محفوظ رہنے والے حلوؤں میں دو قسم کی جیلی خاص امتیاز رکھتی ہے۔

(۱) میوؤں کی جیلی — جو میوؤں کے قدرتی رس سے بنائی جاتی ہے۔

(۲) رس کی جیلی — جسے گلاب اور دوسرے خوشبوؤں سے مہکایا اور رنگ دیا جاتا ہے۔

میوؤں میں گرمی پہنچا کر رس نکالا جاتا ہے اسلئے کہ بہ نسبت کوٹ کر رس نکالنے کے ابالکر رس نکالا جائے تو زیادہ رس نکلتا ہے، میوؤں میں سے بہت زیادہ رس نکالنے کے واسطے یہ ضروری ہے کہ انہیں دھیمی آنچ پر پکایا جائے زیادہ آنچ رس کو کم کر دیتی ہے اسکے علاوہ میوے کو پکانے سے اس میں رس کا مادہ زیادہ ہو جاتا ہے، اس لئے دھیمی اور صاف آنچ کی رائے دیجاتی ہے یہ بتلانا غالباً ضروری نہیں کہ اسکے تیار کرنے میں بہت وقت اور سخت محنت کی ضرورت ہے مزید برآں صبر و استقلال، احتیاط و اطمینان بھی حد درجہ درکار ہے دوسری ضرورت پانی کا افراط کے ساتھ خرچ ہے، تاکہ جیلی کی تھیلی اور پکانے کے آلات استعمال سے پہلے دھولئے جائیں۔

نہایت اطمینان بخش نتیجہ برآمد ہونے کے لئے یہ لازمی ہے کہ استعمال شدنی میوے نہایت عمدہ حالت میں ہوں زیادہ رسدار میوؤں کو چھیلنے کے بعد پانی کی کافی مقدار

کی ضرورت ہے کہ وہ پک کر نرم ہو جائیں کم رسدار میووں
کے لئے پانی کی زیادہ ضرورت ہوگی۔

بڑے میووں کو ٹکڑے ٹکڑے کرکے کڑھائی میں ڈالکر
نیچے ہلکی آنچ لگانا چاہئے پانی اسقدر ڈالنا چاہئے کہ میوے
ڈھک جائیں کبھی کبھی انہیں ڈوئی سے حرکت میں لانا چاہئے
اور جبکہ بالکل نرم ہو جائیں تو وہ نچوڑے جانے کے بالکل
قابل ہو جاتے ہیں اس کے بخلاف چھوٹے میووں کو ایک ہانڈی
میں رکھکر کڑھائی میں رکھدینا چاہئے اور کڑھائی میں پانی
بھرکر گرم کرنا چاہئے۔

ابالے ہوئے میووں کو کسی نرم گیلے کپڑے میں رکھکر
اچھی طرح نچوڑنا چاہئے اس کے بعد اس عرق کو کسی قیف یا
بالوں کے بنے ہوئے جیلی کی تھیلی میں جسے پہلے کھولتے
ہوئے پانی میں ڈبالینا چاہئے پھر چھاننا چاہئے۔ اگر تھیلی نئی
ہے تو اسے چھ گھنٹہ تک پانی میں بھگا رکھنا چاہئے تھیلی کو
استعمال کرنے سے پہلے ہر دفعہ دھولینا چاہئے اور جھٹک کر
خشک کرلینا چاہئے اس کے علاوہ جس کسی چیز کا استعمال
کیا جائے وہ جسقدر گرم ہو بہتر ہے۔

تھیلی کے گودے کو اسیوقت نچوڑنا چاہئے جبکہ رس کا
ایک ایک قطرہ اچھی طرح ٹپک جائے۔ کیونکہ اسطرح
زیادہ رس نکلیگا تھیلی کو اسطرح ہرگز نہیں نچوڑنا چاہئے
کہ رس ہر طرف سے نکل پڑے۔ بہترین جیلی بنانے کا طریقہ
یہی ہے کہ رس کو آہستہ آہستہ ٹپکنے دینا چاہئے اور کبھی
کبھی کسی لکڑی کے چمچے سے تھیلی کی تہ میں جو گودا جمجاتا ہے
اسے ہلانا دینا چاہئے تاکہ رس اچھی طرح بہنے لگے۔ تھیلی کو دبانے

سے یہ نقصان ہوگا کہ بجائے صاف اور پتلے رس کے گاڑھا
رس نکلیگا جس میں گودا ملا ہوا ہوگا دوبارہ رس نکالنے
کے لئے گودے کو تھوڑے پانی کے ساتھ پکایا جاتا ہے اور
پھر چھان لیا جاتا ہے۔

یہ امر قدرتی ہے کہ مختلف اقسام کے میووں کی
جیلی تیار کرنے میں اسکی ترکیب میں خفیف سا فرق ہو جاتا ہے
شکر ملانے کا موقعہ اہم ہوتا ہے اگرچہ اسکی مقدار تناسب کے
لحاظ سے ٹھیک ہو عام طور پر شکر رس کے ہموزن ملائی
جاتی ہے۔

قدیم طرز کی ترکیب میں شکر ابتدا ہی میں ملائی جاتی
ہے جو اسیقدر خلاف قاعدہ ہے جیسا کہ بعد میں ملائی جائے
ان ہر دو طریقوں سے اطمینان بخش نتیجہ برآمد نہیں ہوتا
اس امر کے لئے درمیانی راستہ اختیار کرنا چاہئے رس کو
کسی کڑھائی میں ڈالکر ۵ منٹ تک پکانا چاہئے شکر کبھی
توے میں ڈالکر گرم کرلینا چاہئے اور اسکی احتیاط کرنی چاہئے
کہ وہ جلنے نہ پائے۔ جب شکر مکمل طور پر پک جائے تو
اسے رس میں ملا دینا چاہئے شکر اسیوقت فوراً ڈالنا چاہئے
جبکہ رس ابلنے لگے۔

شکر ملانے سے پہلے رس کو اسکا جھاگ نکالکر
صاف کرلینا چاہئے شکر ابلتے ہوئے رس میں آہستہ آہستہ
ڈالنا چاہئے اور اس اثنا میں اسے مسلسل ہلانا چاہئے تاکہ
اچھی طرح گھل جائے۔ اب ان دونوں ملے ہوئے عرق کو
پانچ منٹ تک تیزی کے ساتھ پکانا چاہئے۔ تب کہیں
جیلی کی چمک دمک برقرار [illegible] اور [illegible]

ہوجائیگا۔

اس امر کی آزمائش کا طریقہ کہ آیا جیلی اپنی اصلی حالت پر آگیا ہے یا نہیں یہ ہے کہ چمچہ میں تھوڑا سا رس لیکر اسے آہستہ آہستہ ہلاکر ٹھنڈا کرنا چاہئے اسکے بعد اسے چمچہ کے کنارے سے ٹپکانا چاہئے شروع میں وہ شربت کی طرح بہیگا لیکن جیسا جیسا وہ پکتا جائیگا اسکے قطرے وزنی ہوتے جائینگے جیلی کو اسوقت ختم کردینا چاہئے جبکہ چمچے کے کنارے سے اسکے سب قطرے ایکدم ٹپک جائیں اور چمچہ صاف ہوجائے۔

آخر میں جیلی کو گرم پانی سے دہلے ہوے پنیر کے کپڑے میں چھان لینا چاہئے اسکے بعد گرم جیلی مضبوط اور گرم شیشوں میں منہ تک بھر دینا چاہئے جو بلبلے شیشہ کے منہ پر جمع ہوں انہیں چمچہ سے نکالدینا چاہئے۔ جیلی کو جمانے کے لئے دہوپ میں رکھنا چاہئے شیشہ کے منہ کو گرم موم سے بند کردینا چاہئے تاکہ ہوا سے حفاظت کی جائے۔ اسکے بعد ان شیشوں پر کاغذ لپیٹ کر اوپر سے باندھ دیا جاتا ہے اور بازار میں آنے کے قابل ہوجاتے ہیں۔

اون رنگنا گذشتہ زمانہ میں اون کو اوسکی بافت کے بعد رنگا جاتا تھا لیکن موجودہ زمانہ میں اسے بننے سے پہلے رنگ لیا جاتا ہے اوس زمانہ میں قدرتی اشیاء سے رنگ حاصل کیا جاتا تھا اور اسی لئے اسکی مقدار کم ہوا کرتی تھی لیکن اس زمانہ میں مصنوعی رنگوں نے اپنا تسلط جمائے رکھا ہے۔

رنگنے کا عمل جسکی ضرورت مختلف رنگوں کے استحکام کے لئے ہوا کرتی ہے انکے مختلف الخواص ہونے کے اعتبار سے اختلاف پذیر ہوتا رہتا ہے بعض رنگ بہت جلد تیار ہوجاتے ہیں اور ان سے تیزاب کے ساتھ یا اسکے بغیر رنگا جاسکتا ہے۔ دوسرے بھی جلد تیار ہوتے ہیں لیکن پانی میں حل نہیں ہوسکنے کی وجہ سے اون کو رنگنے سے قبل انکے میں بعض کیمیائی عمل کرنے کی ضرورت لاحق ہوتی ہے دوسرا گروہ تیز رنگوں کا ہے جو بطور خود مکمل نہیں ہیں بلکہ انہیں معدنی نمک کے ملانے کی ضرورت ہوتی ہے اول الذکر رنگ صرف ان میں اون کو ڈالکر ایک گھنٹہ تک پکانے سے چڑھ جاتے ہیں۔ تیزابی رنگ تھوڑے سلفورک ایسڈ کی آمیزش سے اسی طریقہ سے چڑھایا جاسکتا ہے حل ہونے والے رنگوں کو ہائڈروجن میں ملانے سے کام میں لایا جاتا ہے اون کو اس میں ترکر کے خشک کرلیا جاتا ہے تو رنگ جھلکنے لگتا ہے تیز رنگوں کے متعلق چاہئے کہ اون کو پہلے بائکرومیٹ آف پوٹاش میں ابال لیں اور پھر اس رنگ کے ساتھ دوسری دفعہ ابالیں جب کہیں تاگا رنگیں ہوجاتا ہے۔

ہدایتیں (۱) ایک گیالن صابن کا جھاگ اور چمچہ گیندہ بروزہ کا مرکب قالین کو اسے دہونے اور جھٹکنے کے بعد نہایت چمکدار بنا سکتا ہے۔ (۲) سفید بانس کے پکانے کے برتن جو کثیر استعمال سے سیاہ پڑ گئے ہوں اسطرح سفید ہوسکتے ہیں کہ ان میں زردار سوڈا اور اڑ ڈالکر دو گھنٹہ تک پکایا جائے اسکے بعد ریت اور صابن سے مانجھ دئیے جائیں (۳) نیا دانت کا برش استعمال کرنے سے پہلے اسے کھولتے ہوئے نمکین پانی میں بھگالینا چاہئے اس سے زمرد

مختصر سرمایہ داروں کیلئے

موم بتی بنانا پانچ سو روپیہ کے سرمایہ سے موم بتی بنا کر کثیر منافع حاصل کیا جاسکتا ہے ملک میں انکی کافی مانگ ہے اور انکے بنانے میں کسی قیمتی مشین کے استعمال کی ضرورت نہیں صرف ایکسو پچھتر روپیہ میں اس دستکاری کا مسالہ خریدا جاسکتا ہے جسکی مقدار پانچ من ہوگی اسے گرم کرنے کے لئے تین ٹین کے برتن چاہئیں جن کی قیمت کم و بیش پچیس روپیہ ہوگی موم بتی ڈہالنے کے لئے ٹین کے بیس نلوے خریدنے ہونگے جنھیں کسی لکڑی کے تختہ پر جڑ دینا چاہیے نلوں میں موٹا تاگا لگاکر تختہ کو ٹھنڈے پانی میں رکھدیں پھر موم گرم کرکے ان نلوں میں ڈالدیں جب وہ ٹھنڈا ہوجائیگا موم بتیاں نکل آئینگیں جنھیں زیادہ سخت ہونے کے لئے پھر ٹھنڈے پانی میں ڈالدینا چاہئے اس سب کاروبار کیلئے ۲۵ روپیے کافی ہونگے دستکار بارہ روپیے ماہوار کا ملازم بھی رکھ سکتا ہے اور تیرہ روپیے میں کاغذی ڈبے تیار ہوسکتے ہیں جنمیں چھ چھ بتیاں رکھنی چاہئیں بتیوں کے ایک سرے کو کانچ سے مخروطی بنالینا چاہئے مالک اور ملازم متفقہ کوشش سے کافی ترقی کرسکتے ہیں ایک مرتبہ خریدا ہوا سامان ہمیشہ کام دیگا بقیہ ڈھائی سو روپئے سے دوسرا سامان خرید کر اور بتیاں بنائی جاسکتی ہیں پچاس روپیے اشتہارات، مراسلت اور ترسیل نمونہ جات کیلئے کافی ہونگے، پانچ من موم سے ۱۲ اونس کی ۵۶۷ بتیاں تیار ہونگیں جن سے ۲۴۰ روپیے حاصل ہونگے، جنمیں سے آلات کی قیمت مہیا ہوجائے گی اسی طرح دوسرے مرتبہ پچاس روپیے کا منافع ہوگا، جیسے جیسے کاروبار میں ترقی ہوگی نفع بھی اسی تناسب سے زیادہ ہوتا جائیگا۔

نقلی چاندی صاف نکل (Nickel) ۱۱ اونس دھاتی کانسہ ۱۲ اونس۔ ہردو کو ملاکر تین مرتبہ پگھلانا چاہیئے۔ تیسرے دفعہ پگھلاتے وقت چاندی دو اونس ملالینا چاہیئے۔ مجموعہ چاندی کے مشابہ ہوگا۔

مصنوعی سونا ورجن پلاٹنا (Virgin Platina) ۱ حصے تانبا، حصے جست ۱ حصہ ان سب کو مٹی کی کلیہ میں کوئلہ کے سفوف کے ساتھ ڈالکر اچھی طرح پگھلانا چاہیئے تاکہ خوب مل جائیں نتیجہ سونے کی شکل میں برآمد ہوگا۔

طلسمی منجن سنگ مرمر کا سفوف ۴ اونس۔ جھانویں کے پتھر کا سفوف ۱۱۳ اونس گلاب کے پھول ۱۱ اونس شہد۔ ۲ تولہ عطر گلاب ۱۵ قطرے۔ دانتوںکو نہایت سفید اور چمکدار بناتا ہے کثرت اور افراط سے نہیں استعمال کرنا چاہیئے۔

دانت کے درد کی دوا کافور ۱۲ اونس، سلفورک ایتھر (Sulpharic Ether) ۱۱۲ اونس، امونیا (Amonia) ۱۲ اونس لاڈنم (Ladinum) ۱۲ اونس ٹنکچر آف کینی (Tincture of Caine) ۱۲ اونس لونگ کا تیل ایک اونس سب کو ملادینا چاہیئے اور روئی تر کرکے درد پر رکھدیں فوراً نفع ہوگا

ایجادات و معلومات

روئی چننے کی مشین

مشینوں کی اس عظیم الشان ترقی کے باوجود جن سے انسانی مشقت [میں] کافی کمی ہوتی ہے روئی جو دنیا کی اہم ترین پیداوار ہے ابھی تک چار ہزار سال قبل کی طرح ہاتھوں کے ذریعہ سے چنی جاتی ہے حال ہی میں روئی چننے کی ایک مشین ایجاد کی گئی ہے جو بجلی کے ذریعہ سے چلائی جاتی ہے اور جو روئی کی پیداوار کے معاملہ میں انقلاب عظیم برپا کر دیگی اس مشین سے یہ ثابت ہو گیا ہے کہ اس مشین کے ذریعہ سے بہ نسبت ہاتھ سے چننے کے چار گنی تیزی کیساتھ روئی جمع کی جا سکتی ہے اور اسطرح جمع کی ہوی روئی میں بہ نسبت ہاتھ سے جمع کی ہوی روئی کے کم میل ہوتا ہے جس کی وجہ سے روئی کا درجہ معہ اسکی قیمت کے بلند ہو جائیگا اور تخم ہائے کاشت کی ضرورت میں کمی ہو جائیگی یہ ایجاد ایک امریکن کی ہے جو ۱۴ سال کی محنت اور تجربہ کے بعد معرض وجود میں آئی ہے۔

پٹرول کا قائم مقام

حال ہی میں فرانس کے ایک باشندے مسٹر لارنٹ نے ایک حیرتناک ایجاد میں کامیابی حاصل کی ہے جو ناقابل یقین معلوم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ انھوں نے پٹرول کا ایک قائم مقام تیل ایجاد کیا ہے جسکی بعض خوبیاں یہ ہیں کہ وہ پٹرول کی طرح اپنے کار آمد ہونے کے لحاظ سے کامل ہے نہایت ارزاں ہے انجن میں اس سے گرم نہیں ہوتا اور نہ اسکے کل پرزے بگڑتے ہیں یا ٹوٹتے ہیں اسی تیل سے موٹر چلانے میں کامیابی حاصل کی ہے صرف موٹر کو بہا لیکر کرتے وقت پٹرول کا استعمال کرنا پڑتا ہے موجد کا دعوے ہے کہ فرانس میں یہ تیل بکثرت تیار کیا جا سکتا ہے اور قیمت بھی بہت کم قرار پا سکتی ہے۔

رنگ سازی

امریکن کیمکل سوسائٹی کے جلسہ میں جو کچھ ہفتے قبل منعقد ہوا تھا ایک مقرر نے اس امر کا اعلان کیا کہ امریکا کے محکمۂ زراعت کے تجربہ گاہوں میں بعض کیمسٹ رنگ سازی کی ایجاد میں کامیاب ہو چکے ہیں اور اب امریکا کبھی آئندہ جرمنی کا محتاج نہیں رہیگا اور مزید بر آں یہ کہ جرمنی کے تیار کردہ رنگ کے بہ نسبت یہ امریکا کے رنگ ارزاں ہونگے

برقی سوئیاں

عمل جراحی کے لئے بجائے معدنی اوزار کے برقی اوزار عنقریب بکثرت سے استعمال میں آنے لگینگے۔ امریکا کے باشندے ڈاکٹر کیلی کو اس ایجاد کا فخر حاصل ہے برقی سوئیوں کے استعمال سے آپریشن کے وقت درد اور خون کی ریزش میں بدرجہا کمی ہو جائیگی یہ اوزار زخم سے مس کرنے نہیں پائینگے کہ برقی امواج کے ذریعہ ان کی جراحت ہو جائیگی اور زخم بہت جلد مندمل ہو جائیگا ایں ہمہ ان اوزار کا استعمال بقول ڈاکٹر کیلی آسان نہیں عرصہ کے تجربہ کے بعد انکا استعمال ٹھیک طور پر کیا جا سکتا ہے ورنہ ناتجربہ کاروں سے مریضوں کے زخم کو نقصان پہونچنے کا اندیشہ ہے۔

اسٹینوگرافر یہ برلن کی ٹیلیگرافک کمپنی کی تازہ ترین اور نہایت حیرتناک ایجاد ہے اسکے ذریعے سے ایک شخص بمبئی میں بیٹھکر دوسرے شخص کو نیویارک میں خطوط کا مضمون تحریر کراسکتا ہے۔ ڈاکٹر کرش نے اٹھارہ سال کے مسلسل غور و خوض کے بعد اس امر میں کامیابی حاصل کی ہے کہ آوازوں کو فولاد پر جمع کرکے تحریروں میں منتقل کرسکیں اسٹینوگرافر کے ذریعے سے جس کے نتائج میں برقی مقناطیسی اثرات شامل ہیں اور جس کے تار ٹیلیفون کے مانند جسقدر ضرورت ہو طویل فاصلہ پر قائم ہوسکتے ہیں آوازیں فولاد پہ جمع کیجاسکتی ہیں اور اسے پھر فوراً اون آوازوں سے خالی کرسکتے ہیں تاکہ دوسری آوازیں جمع ہوسکیں لمبی تقریریں طویل موسیقی کی آوازیں نہایت سہولت کے ساتھ دور دور تک قلمبند کیجاسکتی ہیں اس نوایجاد آلہ کی بنا پر یہ پیشگوئی کیگئی ہے کہ عنقریب اخباروں کے نامہ نگار اسٹینوگرافر کے ذریعہ اپنے اپنے اخباروں کے دفاتر میں اپنے مضامین براہ راست قلمبند کراسکینگے، ہر قسم کی نئی موسیقی تھیٹر کے گانے یا کسی بڑی کی تقریر آناً فاناً میں دنیا کے ہر حصہ میں بھیجی جاسکیگی۔ اس کے علاوہ اسٹینوگرافر کا وجود فونوگراف کے وجود میں سدراہ ہوگا اور آخرالذکر کا استعمال باقی نہیں رہیگا کیونکہ اسٹینوگرافر اس خراش کی آواز سے بری ہے جو فونوگراف میں ریکارڈ پر سوئی کے چلنے سے پیدا ہوتی ہے

ایک جدید لبریکنٹ (وہ تیل جو چکنا کرنے کے کام میں استعمال کیا جاتا ہے) جرمنی کے بیشتر مصنوعات میں (چکنا کرنے کیلئے) اب بجائے مٹی کے تیل کے ان تیلوں کا استعمال کیا جائیگا جو ایک خاص قسم کی لکڑی اور کوئلے کی تار سے پیدا کئے گئے ہیں ڈاکٹر بام کا خیال ہے کہ جرمنی کے فیصدی (۸۰) ضروریات ان لبریکنٹس کی ترقی سے جو دوران جنگ میں ایجاد کئے گئے ہیں جبکہ جرمنی روس اور امریکہ کے لبریکنٹس کے حصول سے محروم کردیا گیا تھا کم قیمت پہ پوری ہوسکتی ہیں باایں ہمہ یہ تیل اسٹیم انجن اور ہوا کے دباؤ کے بیلن کے لئے کارآمد نہ ہونگے۔

ایک جدید پینٹ ساؤتھ اسٹاف انڈ گیس کمپنی کے ایک کمسٹ نے ایک اس قسم کا پینٹ ایجاد کیا ہے جو مدت دراز تک کسی بیرونی اثر سے خراب و برباد نہیں ہوسکتا سالہا سال کی صبر آزما تحقیق و تفحص کے بعد ایک ایسا نسخہ ہاتھ آیا ہے جو معدنی رال سے مرکب ہوتا ہے اور یہ خاصیت رکھتا ہے کہ جس چیز پر پینٹ کردیا جائے اس کا جزو بنجاتا ہے اور اس پر تیزاب گیاس پانی اور آفتاب گرمی و سردی کا قطعاً اثر نہیں ہوتا جب یہ نیا پینٹ ایک گیاس کی مشین پر لگایا گیا جسمیں ۲۵، ۷ درجہ فارن ہیٹ گرمی تھی تو وہ مہینوں تک اسی طرح تازہ باقی رہا جو لگاتے وقت تھا حالانکہ دوسرے پینٹ پانچ روز میں اڑ گئے اس میں خاص بات یہ ہے کہ لکڑی یا لوہے پر لگنے کے بعد وہ اسی کا جزو بنکر انکے ساتھ ساتھ گھٹتا بڑھتا ہے چنانچہ لوہے کے پھیلنے سے وہ تڑختا ہی نہیں۔

دھوئیں کا استعمال ہوپکن یونیورسٹی کے پروفیسر [illegible] نے دھوئیں کی خاک کو جو بادشاہ [illegible] کے ہوادانوں میں جم جاتی ہے کام میں لانے کی ترکیب [illegible]

اور یہ امر پایۂ تصدیق کو پہونچ چکا ہے کہ مستقبل قریب میں تجارتی ضروریات مثلاً رنگ سازی کھاد یا ایسی ہی دوسری پیداوار یا مکانات کے سامان تعمیر کے لئے بعض اجزا کی صورت میں یہ خاک استعمال کیجائیگی اس مفید استعمال کے علاوہ وہ نقصان بھی رفع ہو جائیگا جو ان ہوائی ذرات کی وجہ سے صحت انسانی کو پہونچتا ہے۔

آفتاب کا فاصلہ

مسٹر اسپنر جونس نے آفتاب کے فاصلہ کا جدید اندازہ لگایا ہے نتیجۃً اس اعتبار سے دلچسپی رکھتا ہے کہ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ نجومی پیمائش کس معین نقطہ تک پہونچ چکی ہے اس لئے کہ اگرچہ وہ طریقہ جس پر یہ تازہ ترین اندازہ مبنی ہے اس کے پرانے طریقہ سے قطعاً مختلف ہے جسکے ذریعہ سیارہ ایراس کے مشاہدہ سے اندازہ لگایا گیا تھا پھر بھی دونوں نتائج میں صرف آٹھ ہزار میں سے ایک حصہ کا اختلاف ہے آخرالذکر اندازہ ۹۲۸۷۰۰۰۰ میل کا تھا مسٹر اسپنر جونس کا اندازہ اس سے صرف ۱۰۰۰۰ میل کم ہے۔

درخت پر چڑھنے والی مچھلی

فلپائن حصہ کے محکمہ ماہیگیری کے ... نے جو حال میں مچھلیوں کے اقسام کی باقاعدہ تقسیم سے فارغ ہوئے ہیں جس درخت پر چڑھنے والی مچھلی کا پتہ لگایا ہے وہ ان کے عالم خیال کی پیداوار نہیں ہے بلکہ حقیقتاً اس قسم کی مچھلی اس ملک کے ہر حصہ کے تالابوں ندی نالوں وغیرہ میں پائی جاتی ہے اور یہ نہ صرف درخت پر چڑھتی ہے بلکہ خشکی پر آزادی کے ساتھ گشت لگاتی ہے اور بغیر پانی کے عرصہ دراز تک بقید حیات رہتی ہے وہ درخت پر چند گزوں سے زیادہ نہیں چڑھ سکتی موسم گرما میں جب پانی خشک ہو جاتا ہے تو یہ مچھلی کیچڑ ہی میں زندگی بسر کرتی ہے اور اسکے وجود سے خشک تالابوں کی سطح لرزاں کانچ کی طرح نظر آتی ہے ایسے موقعہ پر آسانی کیساتھ درجنوں مچھلیاں پکڑی جا سکتی ہیں اس امر کا بھی دعوی کیا گیا ہے کہ مچھلی چھ روز تک بغیر پانی کے زندہ رہ سکتی ہے

عظیم الشان اولے

ہم جب کبھی اولوں کی بارش کے متعلق سنتے ہیں تو انکی جسامت کا اندازہ کبوتر کے انڈوں کے برابر کرتے ہیں لیکن معتبر روایات انکے متعلق یہ ہیں کہ انکا وزن نصف پونڈ یا اس سے زیادہ بھی دیکھا گیا ہے مگر ان سے بھی بہت زیادہ وزنی اولوں کے متعلق خبر ملی ہے جو عظیم الشان جسامت رکھتے کہا جاتا ہے کہ بمقام ناموری سنہ ۱۷۱۹ع میں ۶ یا ۸ پونڈ وزن کے اولے برسے تھے اور پادری ہیو نے تحریر کیا تھا کہ بمقام ہارٹری سنہ ۱۸۳۴ع میں ایک اولا بڑی چکی کے پاٹ کے برابر گرا تھا جس کو گھلنے کے لئے تین دن لگے تھے۔ ہنگری کے ایک قصبہ میں سنہ ۱۸۰۲ع میں ایک اولا گرا تھا جسکا وزن گیارہ سو پونڈ تھا اور ٹیپو سلطان کے عہد میں بمقام سرنگاپٹم ایک اولا گرا تھا جسکی جسامت تقریباً ہاتھی کی جسامت کے برابر تھی

دنیا کا سب سے بڑا کتبخانہ

پیرس میں ہے جسے لوئی چہاردہم نے قایم کیا تھا اسمیں ۱۵۰۰۰۰۰ کتابیں، ۳۵۰۰۰۰ رسالے ۱۸۰۰۰۰ قلمی نسخے ۳۰۰۰۰۰ نقشے ۱۳۰۰۰۰ قدیم کندہ اور غیر کندہ تصاویر اور تقریباً ۱۵۰۰۰۰ سکے اور تمغے موجود ہیں

دنیا کا طویل ریلوے پلیٹ فارم بمقام مانچسٹر وکٹوریہ اور ایکسچینج اسٹیشنوں کے درمیان تعمیر کیا گیا ہے اس کا طول ۵۷۱۲ فٹ ہے۔

لاسلکی علاج امریکہ کے دو ڈاکٹروں نے ناسور کا علاج بذریعہ بے تار برقی کرنے کی ترکیب نکالی ہے ایک ٹین کے ٹکڑے پر جو مریض کے سر پر لٹکا دیا جاتا ہے ان کے علاج کی برقی لہریں جو سیکڑوں کوس سے آتی ہیں جمع ہو جاتی ہیں اور پھر مریض رو بصحت ہونے لگتا ہے۔

درخت ریڈیم کا مخزن سائنس والوں نے حال میں اس امر کی دریافت میں کامیابی حاصل کی ہے کہ مغربی کولوراڈو میں بعض درخت پائے جاتے ہیں جو پتھر کے مانند سخت ہیں اور ان میں ریڈیم موجود ہے، ایک ایسی ترکیب کو درجہ تکمیل تک پہونچا دیا گیا ہے جس کے ذریعہ سے دنیا کی یہ سب سے زیادہ قیمتی دھات ان درختوں میں سے فراہم کیجا سکتی ہے، اور اسکی موجودہ خفیف مقدار میں کثیر اضافہ ہو سکتا ہے

آواز کے ذریعہ جہاز رانی ایک آلہ اس قسم کا ایجاد کیا گیا ہے جس سے بصورت آواز سمندر کی گہرائی کا پتہ لگ سکتا ہے یہ طریقہ جسمیں پوری کامیابی حاصل ہو چکی ہے ایک آویزاں زنجیر پر مشتمل ہے جو جہاز میں لٹکا دیجاتی ہے اور سمندر کی تہ تک پہونچکر آواز پیدا کرتی ہے اس آواز کو ہائیڈروفون جذب کر لیتے ہیں اور وہ پھر برقی لہریں منتقل ہو جاتی ہے جو جہاز کے نقشہ کے کمرہ میں پہونچکر ایک بلب کو روشن کر دیتی ہے،

یہ بلب ایک تختی کے پیچھے لگا رہتا ہے جن پر سمندر کی گہرائی کے مدارج ثبت ہوتے ہیں اس تختی پر سوئی لگی رہتی ہے جو بلب کے روشن ہونے سے تختی کے اصل نمبر پر ہٹ آتی ہے اور اسطرح گہرائی معلوم ہو جاتی ہے جہاز ران ایک بٹن کو دباتا ہے جس کے ذریعہ وہ مسلسل طور پر سمندر کی گہرائی معلوم کر سکتا ہے جسکی سطح پر جہاز چل رہا ہے۔

مد و جزر نما مشین [illegible] ڈسٹن ایر کنسیڈا میں ایک مشین قائم کی گئی ہے جو یہ پیشنگوئی کرتی ہے کہ دنیا کے ہر حصہ میں مستقبل کے پچاس سال تک کہاں کہاں مد و جزر ہوگا اور نصف گھنٹہ کی مدت میں یہ بھی بتلا سکتی ہے کہ پانچسو سال قبل دنیا کے کس بحری حصہ میں کونسا مد و جزر ہوا تھا۔

روشن مچھلی سمندر کی تہ میں سے حال میں ایک عجیب و غریب نام مچھلی دریافت کی گئی ہے جو اپنے دو لمبے اور لہراتے ہوئے بازوؤں پر دو چراغ رکھتی ہے جن کے ذریعہ وہ سمندر کی تاریک تہ کو روشن کرکے اپنا راستہ منور کرتی ہے۔

جاندار کی بلند ترین قیام گاہ کوہ ہمالیہ پر جو مہم روانہ کی گئی تھی اسکے اراکین نے چھوٹی مکھڑیوں کو سبزہ کی اختتامی حد سے ...ہم فٹ بلند مقام پر زندہ پایا یہ مکھڑیاں شکستہ پہاڑوں کے جزیروں پر رہتے ہیں جو برف سے گھرے ہوئے ہیں ان کی قوت بسری آپس میں ایکدوسرے کو ہضم کرنے سے ہوتی ہے۔

طلبہ کیلئے

ایسے طلبہ کو جنہیں تعلیم کے ساتھ ساتھ روپیہ کمانے کی بھی ضرورت ہو یہ مشورہ دیا جاتا ہے کہ حسب ذیل اشیاء کی تیاری اور فروخت سے وہ اپنے اخراجات کے لئے کافی روپیہ پیدا کر سکتے ہیں اس مصروفیت کی وجہ سے بعض طلبہ بحیثیت اپنی تعلیم کیساتھ ساتھ فکر روزگار سے بے نیاز ہو سکیں گے

(۱) پھول کے بیرومیٹر (۲) طلسمی آئینے

(۳) ہیکٹوگرافر (وہ آلہ جس سے بہت سی نقلیں لیجا سکتی ہیں)

پھول کے بیرومیٹر۔

چند کاغذی پھول گلابی اور نیلے رنگ کے لیکر کلورائڈ آف کوبالٹ (Chloride of) میں تر کر لینا چاہئے جب خشک ہو جائیں تو عمدہ نقش و نگار والے کارڈ بورڈ کے ڈبوں میں لگا دینا چاہئے۔

ہدایت :- اگر گلابی اور نیلا رنگ اسیطرح باقی رہے تو سمجھ لینا چاہئے کہ موسم تر ہونیوالا ہے۔ اگر گلابی پھول ارغوانی رنگ کا ہو جائے اور نیلا سبز ہو جائے تو سمجھنا چاہئے کہ موسم خشک ہوگا۔

طلسمی آئینے :- نہایت صاف و شفاف آئینہ کا ٹکڑا لیکر اسپر ذیل کا مرکب پر کے قلم سے لگانا چاہئے

تھوڑا سا فلور اسپار (Fluor Spar) کا سفوف عام تجارتی سلفیورک ایسڈ میں حل کر لو

یہ دوا آئینہ پر اچھی طرح لگا دینے کے بعد اسے پانچ دس منٹ تک چھوڑ دیجئے اسکے بعد اسے دھو کر خشک کر لیجئے جب اس آئینہ میں تصویر دیکھنا ہو تو اسپر سانس لیجئے جب سانس کا اثر چلا جائیگا تو تصویر بھی غائب ہو جائیگی

نوٹ :- اسپر مذاقیہ تصاویر بھی اتار سکتے ہو۔

مثنی نگار

جیلٹین ۲۵ حصے (Gelatine)

کاؤلین ۱۲½ حصے (Keolin)

گلسرین ۳۹۳½ حصے (Glycerine)

پانی ۳۹۳½ حصے

جیلٹین کو تھوڑے پانی میں رات بھر بھگانا چاہیے صبح جیلٹین گلسرین اور پانی سب کو چولھے پر رکھنا چاہئے جب یہ اچھی طرح حل ہو جائیں تو کاولین ملا کر اور چند منٹ لگانا چاہئے اسکے بعد ان سب کو حسب ( ) کی تشتریوں میں ڈالنا چاہئے پھر انہیں چھ گھنٹے تک الگ مقام پر رکھ دینا چاہئے۔

ہدایت :- سیاہی سے لکھا کاغذ خشک ہونیکے بعد مذکورہ مثنی نگار پر کاغذ رکھکر دبانا چاہئے تین چار منٹ کے بعد کاغذ نکال لو پھر سفید کاغذ یکے بعد دیگرے اسپر رکھکر نکالتے جاؤ تحریر کا نقش اترتا جائیگا۔ جب کام ختم ہو جائے تو اسے پانی سے دھو ڈالو

مثنی نگار کے لئے نیلی سیاہی کا نسخہ۔

(Recipe …

پلا اسٹیک ایسڈ ۱ حصہ (Solution of Acetic Acid) پانی ۵ حصے گلیسرین ۲ حصے الکوحل ۱ حصہ (Alcohol) گرم کر کے حل کرو۔

سوالات اور جوابات

(۱) ر۔ س۔ بھاگلپور۔ شکر کی مشینوں کے لئے حسب ذیل پتہ سے خط و کتابت کیجئے (Messrs. G. Knowles & Co. 10. Strand Road, Calcutta)

(۲) ن۔ ک۔ ڈھاکہ۔ کیمٹھلوں کے دور کرنے کیلئے فینل کا استعمال کیجئے اور پینٹنگ میں جس مقام پر شگاف ہو وہاں لگائیے۔ کانچ کاٹنے کے لئے سیاہ الماس سے کام لیجئے۔

(۳) ب۔ ک، کانپور۔ مذکورہ کتابوں کے لئے حسب ذیل پتہ سے مراسلت کیجئے (Messrs. Chuckerverty Chatterjee and Co. 1. College Square, Calcutta)

(۴) م۔م۔ع۔ بریلی۔ صابن کے سانچے ذیل کے پتہ سے منگائے (Mr. V. Verma, Chapper Mahal, Calcutta.)

(۵) د۔ح۔ پٹنہ۔ جادو کی کتابوں کے متعلق حسب ذیل پتہ سے مراسلت کیجئے (Messrs. K. M. Benerjee Bros. Ltd. 133. Canning Street, Calcutta.)

(۶) س۔ ب۔ ا، دہلی۔ امریکہ کے اخبار کی مکمل فہرست کے متعلق ملاحظہ فرمائیے (Brown's Newspaper Directory)

(۷) ن۔ ح۔ ک۔ حیدرآباد۔ سینما کے تعلقات کے واسطے ذیل کی کمپنی سے معاملہ کیجئے۔

Messrs. J. F. Madan & Co.
5. Dharamtala Street
Calcutta.

(۸) س۔ م۔ ب، گلبرگہ۔ مختلف اقسام کے عطریات کی مکمل فہرست اور ترکیب ساخت کے لئے ذیل کی کتابوں سے مشورہ کیجئے۔

(1) Perfumes and their prepration by G. W. Atkinson
(2) Art of Perfumery by Piesse
(3) Treatise on the manufacture of Perfumery.
(4) A complete practical Treatise on perfumery by A. J. Cooley.

(۹) ن۔ س۔ دہلی۔ گوند (Gloy) تیار کرنے کا حسب ذیل طریقہ ہے،
کلف تیار کرکے ہائڈرو کلورک ایسڈ کی خفیف آمیزش کے ساتھ اسے پکانا چاہئے نہایت چپکدار شئے میں منتقل ہوجائیگا اسی وجہ سے بجائے گوند کے اس مرکب کو عموماً استعمال کیا جاتا ہے۔

(۱۰) ب۔ ا۔ ن۔ احمد آباد۔ ہر قسم کے سودیشی لفافے اس پتہ سے منگائیے۔ K. M. Benerjee & Co. Ltd. Sham Bazar, Calcutta.

(۱۱) م۔ ک، پٹنہ۔ موم بتی ارنڈی کے تیل یا کھوپرے کے تیل سے نہیں بنانا چاہئے۔ آپ بنولے کا تیل استعمال کرسکتے ہیں۔

ارزال صنعت وحرفت

سوڈا واٹر بغیر مشین کی مدد کے تیار کرنا۔

ایک گیلن صاف اور شیریں پانی لینا چاہئیے۔ اس میں
شکر اسپی ہو تو نصف پونڈ اور ایک پونیٹ آف سوڈا
(Bicarbonate of Soda) ایک اونس
حل کر لینا چاہئیے ان سب کو شیشوں میں بھر کر ایک کارک
تیار رکھنے چاہئیں ہر شیشہ میں سٹرک ایسڈ (Citric
Acid) ایک ڈرام ڈالکر اسے فوراً بند کر دینا چاہئیے
ان شیشوں کو زور سے نہیں ہلانا چاہئیے جب تک ضرورت
ہو ٹھنڈے مقام پر رکھنا چاہئیے۔

برف کے مصنوعی پھول :-

برف کے پھول بنانے کی ترکیب حسب ذیل ہے
بہترین اور صاف جلیٹن (Gelatine) کو دس فیصدی
کے اندازہ سے آب مقطر میں حل کرنا چاہئیے اسکے بعد اسے
چھانکر اس چیز پر جس پر نقش و نگار بنانے ہوں مثلاً آئینہ پر
آہستہ آہستہ ڈالنا چاہئیے۔ اگر موسم کافی سرد ہے تو اس چیز
کو ہوا میں خشک ہونے کے لئے ترچھا رکھنا چاہئیے جب یہ
مرکب جمنے لگیگا تو آئینہ کی سطح پر تنکوں کی شکلیں بننے لگینگی
اور خوبصورت چھوٹے پھول اور پتیاں خمیدہ ہو کر شکل
اختیار کرنے لگینگی۔ انہیں مستقل طور پر برقرار رکھنے کے لئے
الکوہال (Alcohal) اوپر سے بہانا چاہئیے اس
ترکیب سے برف علیحدہ ہو جاتا ہے اور سطح پر جلیٹن کے مستحکم
نقش و نگار باقی رہجاتے ہیں اس مقصد کے لئے یہ چاہئیے کہ
جونہی جلیٹن خشک ہو جائے اسپرٹ شیلاک وارنش (
Shellac Varnish) لگانا چاہئیے یا اسے ناقابل
تحلیل بنانے کے لئے پوٹاشیم بائکرومیٹ (
Potassium Bichromate (
میں چند لمحوں کے لئے ڈالنا چاہئیے اور اسکے بعد دھوپ میں
کچھ دیر رکھنا چاہئیے۔

مسافروں کی سیاہی

سفید جاذب کو اینلائن (Anilian) رنگ مثلاً
سیاہ نیلے یا زرد میں تر کر لینا چاہئیے ذرا سا گوند بھی ملا
لینا چاہئیے خشک ہونے سے پہلے چار پانچ جاذب کے
تختے یکجا کر لینا چاہئیے تاکہ حجم زیادہ ہو جائے اسکے بعد
خشک کر لیں پھر ٹکٹ تراش سے اسکے سڈول ٹکڑے
تراش لیں، مسافروں اور قصبہ کے باشندوں کے لئے
نہایت مفید اور آرام دہ ہوتے ہیں ایک ٹکڑا پانی میں
ڈالا اور سیاہی تیار ہو گئی۔

الکٹرک بلب (بجلی کے گولے) کو رنگ دینا :-

سفید سخت اسپرٹ وارنش
نصف مقدار (Spirit Varnish)
اسپرٹ (Spirits) نصف مقدار
دونوں کو ملا کر ارنیٹا (Arenta) یا ایتھیرونیز
(Anthrones) کا کچھ حصہ ملانا چاہئیے اسکے بعد بلب
(گولے) کو اسمیں ڈبا دیں وہ نہایت سرخ رنگ اختیار کر لیتے ہیں۔

ادبیات

مرد و زن

مرد

یہ امر عقلائے روزگار پر مخفی نہیں کہ انسان ہی دنیا کی نفیس و شریف ترین مخلوق اور خلاق عالم کا مخصوص و عظیم الشان کام ہے انسان معجزۂ قدرت اور عجوبۂ روزگار ہے انسان عالم کبیر اور خلاصۂ کائنات ہے، اور انسان آدمی دنیا کا نمونہ ہے انسان زمین کا بادشاہ، خلیفۃ اللہ فی الارض اور تمام مخلوقات عالم پر مطلق العنان حکمراں ہے کیونکہ انسان نہ صرف جسمانی ساخت کے اعتبار سے ان سب پر فوقیت رکھتا ہے، بلکہ روحانیت کے لحاظ سے بھی وہ تمام مخلوقات سے ممتاز ہے۔ یہ انسان وہ ہے جسے خلاق عالم نے ارحام کی تاریکیوں اور پردہ ہائے ارحام کے غلافوں میں پیدا کیا درآنحالیکہ وہ ایک ڈالا ہوا قطرۂ سیاہ کیا ہوا مضغۂ شکم مادر میں رہنے والا بچہ تھا وہ شیرخوار ہوا کودک نادان بنا اور حد بلوغ تک پہنچا خدائے برتر نے اسے حفاظت کرنے والا قلب عطا کیا بولنے والی زبان عنایت کی اور دیکھنے والی آنکھ مرحمت فرمائی تاکہ وہ عبرت حاصل کرتا ہوا عقل و فہم سے کام لے، بے رغبت اور منزجر ہوتا ہوا گناہوں سے باز رہے اس کے اعضا کا اعتدال قائم ہو گیا اسکی صورت اور مثال بالکل راست ہو گئی اب متکبر ہو کر اطاعت سے سرکشی کی بیباک ہو کر اپنی حرص و ہوس کے ساتھ ساتھ اسکی سعی و تلاش اور جد و جہد کرتے ہوئے اپنی کوششوں کے سرور اور اپنی حاجتوں کے ظہور میں مست ہو کر گمراہ ہو گیا وہ کسی مصیبت کا گمان نہیں کرتا اور نہ کسی خطرہ سے ڈرتا ہے اور فریب کھاتے ہوئے اپنی گمراہی میں مرجاتا ہے۔

صرف انسان ناطق ہی ایسی مخلوق ہے جسکو ہنسنا رونا آتا ہے، اور صرف یہ دو پایہ ہی اشیاء کے تفاوت سے آگاہ ہوتا ہے اور اس امر کو محسوس کرتا ہے کہ اشیاء کو کس قسم کا ہونا چاہئے تھا؛

انسان بچپن میں پہلے رینگتا پھر گھٹنیوں چلتا ہے لڑکپن میں قلانچیں بھرتا ہے اور سن شعور پر پہونچکر صحیح العقل ہو جاتا ہے اور جب عمر رسیدہ ہو جاتا ہے تو اسکی حالت مائل بہ زوال ہوتی ہے یہاں تک کے اپنے ڈگمگاتے قدم اس گہوارہ (گور) کی جانب بڑھاتا ہے جو ہم سب کے خیر مقدم کے لئے تیار ہے۔

ہم اس وجود خاکی کی حقیقت اس سے زیادہ نہیں پاتے کہ اس کو روشنی، ہوا اور خاک سے اثر پذیر اور اربعہ عناصر کے خطرات سے دو چار ہونا پڑتا ہے بالاستقلال اسے خارجی طور پر قوت حاصل کرنے کی ضرورت پیش آتی ہے بھوک پیاس اسے ستاتی ہے سردی سے وہ ٹھٹھرتا ہے دھوپ سے وہ پناہ مانگتا ہے، ضروریات حیوانی کے پورا کرنے کیلئے وہ مجبور ہے اور ان سب مجبوریوں کے باوجود اپنی زندگی کے بڑے حصہ کو وہ جسم کی رسد رسانی پر صرف کرتا رہتا ہے۔

انسان اپنی زندگی کے ماضی کی نسبت حجت کرنے اور حال کی شکایت کرنے میں لگا رہتا ہے اور مستقبل کے لئے خیالی پلاؤ پکانا اس کا کام رہتا ہے تا آنکہ وہ اپنی زندگی کے معتدبہ حصہ کو باقی عمر کے تباہ کرنے پر صرف کر دیتا ہے۔

انسان کے حرکات اور سکنات کا نتیجہ اس کی قابلیت اور اس کے کام کی نفاست ہوتی ہے اور اس کے سکون و آرام کا انجام اس کے ضمیر کی تکمیل [illegible] کوئی شخص اس تماشا گاہ عالم میں شہر کا پیدا [illegible] کی تمثیل کر سکتا ہے اسی طرح وہ سکون [illegible] میں شرکت کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

[illegible] پڑھنے کے گڑھنے سے انسان کا کمال [illegible] ہوتا ہے انشا و ادب نہیں بلکہ زندگی کا مطالعہ نہیں بلکہ عمل کتاب حیات نہیں بلکہ سیرت بالاستقلال انسان کو جدید دور زندگانی بخشتی رہتی ہے آرام و آسائش میں نہیں بلکہ کوشش میں آسانی میں نہیں بلکہ مشکل میں پڑ کر آدمی بنتا ہے۔

مصیبت میں بشر کے جوہر مردانہ کھلتے ہیں
مبارک بزدلوں کو شومی قسمت سے ڈر جانا (حکمت)

شیریں و خوشگوار اشیاء سے لذت گیر ہونے کو فرزند آدم اپنے لئے کوئی خوبی نہیں خیال کرتا، وہ تو اس کی خلقی میراث ہے بلکہ وہ خوبی اس میں خیال کرتا ہے کہ تحریف صحیح اشیا سے لطف حاصل کرے اور اشرف المخلوقات کی حیثیت سے رضاء الٰہی کے ذریعہ جنت کا طلبگار ہو کہ اس راستہ کو پاکر غلام بھی بادشاہ بن جاتا ہے۔

انسان اپنے لئے کسی بالائی حد کے قائم کئے بغیر تحصیل کمال کا خواہاں ہوتا ہے اور آدمیت کے کمال کے لئے کوئی بالائی حد نہیں۔

آدمیت کی حقیقت معلوم کرنے کی غرض سے ہمیں انفرادی طور سے انسان پر اسکے حرکات و سکنات یا اس کی دلچسپیوں پر نظر کرنی چاہئے، اور اسکے اس تعلق کو دیکھنا چاہئے جو بنی نوع کے ساتھ اس نے قائم کر رکھا ہے مجلس (سوسائٹی) میں بیٹھ کر پہلی پہل وہ اس امر کو محسوس کرتا ہے کہ وہ کیا ہے اور کیا ہو سکتا ہے سوسائٹی ہی میں اس کے اندر نئے انداز سے روحانیت حرکت میں آتی ہے اور جو بے اندازہ روحانیت اس میں پہلے سے موجود ہوتی ہے اس کی جلا ہو جاتی ہے انسان کے لئے سوسائٹی فرحت افزا عنصر کا کام دیتی، اور اس کی طبیعت کے اندر نمو کا مادہ پیدا کرتی ہے گوشہ نشینی میں انسان آدمی تو ضرور ہوتا ہے مگر نامکمل، ہمیشہ بند پڑا رہے تو اس کی حالت کسی بل سے بہتر نہیں ہوتی۔ دوسرے کسی دماغ کی شرکت میں انسانکے خیالات و آراء کے اندر یقینی طور پر قوت رونما ہوتی ہے۔

انسان تین باتوں کی وجہ سے بزرگ بن جاتا ہے (۱) خاکساری کے باعث۔ (۲) دولت سے من حیث دولت نفرت کرنے کی وجہ سے اور (۳) مشکلات میں صداقت پسند رہنے کے سبب سے انہیں باتوں سے دوسرے لوگوں کی نگاہ میں اس کی وقعت قائم ہو جاتی ہے۔

دنیا میں انسان کی اتنی ہی قدر کی جاتی ہے جتنا وہ خود کو قابل قدر ثابت کرتا ہے یاد رکھو کہ تمہارے سوا کوئی دوسرا

تمہیں ذلیل نہیں کرسکتا اور نہ کسی شخص کی مذمت، تہمت دروغ گوئی اور ناانصافی تمہاری عزت کا کچھ بگاڑ سکتی ہے لوگ تمہاری نسبت دروغ بیانی اور شک و شبہ سے کام لیں یا وہ تم پر الزام دھریں وہ تمہاری ناکامیوں کو اپنے مذاق اور ظلم کا نشانہ بنائیں مگر تم خوف زدہ نہ ہو۔ تمہارے ضمیر نے جو حد تمہارے لئے مقرر کردی ہے اس سے سرمو روگردانی نہ کرو کہ ہمت ہی مدد کا نہایت تابناک جوہر ہے

دنیا کا یہ عجیب و غریب دستور ہے کہ مکان سے مکین کا اندازہ کرتی ہے، حالانکہ خود مکین کا عز و وقار ضروری ہے

تخلیق آدم کے وقت خداوند عالم کا ہرگز یہ منشاء نہ تھا کہ ابوالبشر کے فرزند کو اتفاقات کا غلام بنائے اسی وجہ سے یہ امر قابل لحاظ ہے کہ جسقدر وہ اپنے آپ میں انسانیت کی صلاحیت پیدا کرتا جاتا ہے آدمیت کی جانب اسی قدر اسکی رجعت ہوتی جاتی ہے یہ انسانیت یا آدمیت اسے ایثار، محبت، وفاداری، اور یاد الٰہی سے حاصل ہوتی ہے وہ اتفاقات سے جس قدر دور ہوجاتا ہے اسی قدر خداوند عالم کو قریب تر پاتا ہے۔

کسی شخص کو خواہش، غصہ اور بدی کا دائمی غلام نہیں بننا چاہئے اور نہ دنیا کی ان خود پسندیوں سے اس کو اثر پذیر ہونا چاہئے اسکو خود بینی اور خود نمائی ترک کردینی چاہئے اور مکر و فریب کے پاس بھی نہ بھٹکنا چاہئے کسی دوسرے کی ملک کا غصب کرنا اسکی انسانیت کی شان کے شایان نہیں اور نہ کسی دوسرے پر عیب لگا کر اپنے دل کو جھوٹی تسلی دینا اسکے مناسب حال ہے صداقت شعار بننا اور ناجائز دنیاوی خواہشات سے پرہیز کرنا اس کا خاص شعار زندگانی ہونا چاہئے مستحقین کو ان کا حق پہنچانا اور ان کی عزت کرنا اس کے لئے ضروری ہے اور یہ بھی کہ وہ کشادہ دل رہے۔

جو شخص بیس سال کے سن میں خوبصورت، تیس سال میں مضبوط، چالیس سال میں امیر، اور پچاس سال میں عقلمند نہیں ہوتا، وہ کبھی خوبصورت، مضبوط، امیر اور عقلمند نہیں ہوتا

حقیقت حال یہ ہے کہ انسانی سیرت پر ہزار دل قسم کے واقعات کا اثر پڑتا ہے وقت، مقام، واقعہ اور حالات متخاصمین اسی قبیل سے ہیں اس لحاظ سے چند الفاظ میں کسی خاص دستور العمل کو قلمبند کرنا امکان سے خارج ہے صرف دیوانہ ہی کو اپنے مقررہ اصول میں تغیر نظر نہیں آتا، اور بیوقوف ہی ضرب الامثال کو اپنے طرز کار کے لئے رہنما بناتا ہے۔

ہر شخص جانتا ہے کہ لوگ پیدا ہوتے اور مرتے ہیں لیکن بنی نوع کیلئے ان کی زندگی مطلق سبق آموز نہیں ہوتی، اور اگر کچھ ہوتی بھی ہے تو تاریخ میں آدم کے ابتدائی اصول سے اس کی حقیقت مطلق زیادہ نہیں ہوتی لیکن بعض مخصوص اشخاص اپنا نام اپنے بعد شہرت کے آسمان پر چھوڑ جاتے ہیں کیوں ؟ اس پر تم خود غور کرو۔

خوب ہوا کہ انسان میں قبل از قبل اپنے حالات معلوم کرلینے کا مادہ ودیعت نہیں فرمایا گیا۔ اگر وہ اپنی زندگی کو پہلے ہی سے معلوم کرلیتا تو اس میں نہ امید باقی رہتی اور نہ آئندہ زمانہ کے لئے سعی میں مشغول ہوتا اس بات سے

وہ آزاد چھوڑ دیا جاتا تو انسان نہ ہوتا بلکہ انسان سے بلند تر یا پست تر
کوئی دوسری ہی مخلوق ہوتا۔ کوئی شخص مقررہ مسافت سے زیادہ
فاصلہ کی چیزوں کو نہیں دیکھ سکتا، اور بہت سے لوگوں کو
تو اپنی ناک سے آگے کی چیزیں بھی نظر نہیں آتیں۔

طبقۂ انسانی چار اقسام پر منقسم ہے۔ (۱) کچھ لوگ تو
ایسے ہیں جن کے مال کی کمی، ان کی کم فہمی، بے عقلی، اور انکے
نفوس کی ذلت انہیں فساد فی الارض سے روک رہی ہے
یہ لوگ رئیسان ملک و مملکت ہیں کہ طلب دنیا کے لئے طرح
طرح کے حیلے کر رہے ہیں، مگر نہ صلاحیت کے ساتھ بلکہ ہر وجہ
منافع طلب کا شغل یہی ہے کہ زمین خدا میں تحصیل مال وجاہ
کے لئے فساد برپا کریں (۲) کچھ ایسے نفوس بھی ہیں جن کی
تلواریں میان سے باہر ہیں ان کی شرارتیں علانیہ طور سے
ظاہر ہو رہی ہیں، وہ سواروں اور پیادوں کو جمع کر رہے
ہیں ایسے شخصوں نے اپنے نفوس کو ملک و مال کی علامت
قرار دے لیا ہے دنیا طلبی میں محو ہیں، اپنے دین کو اس دنیاوی
مال و متاع کے بدلے فروخت کر دیا ہے جسے یا تو اپنے سواروں کی
مدد (قتل و غارت) سے حاصل کیا ہے یا منبروں پر کھڑے
ہو کر اور خطبے پڑھ کر اور یہ امر نہایت ہی بد ہے کہ (انسان)
دنیا کو اپنے نفس کی قیمت سمجھے اور اس چیز کی قیمت قرار دے
جسے پروردگار عالم نے تیرے لئے مقرر کیا ہے اور (۳)
بعض اشخاص ایسے ہیں جو عمل آخرت (عبادت) کے ذریعہ
دنیا کو طلب کرتے ہیں اور عمل دنیا کے ساتھ آخرت نہیں
طلب کرتے۔ ایسے لوگوں نے سکون و طمانیت کو اپنے لئے
قرار دے لیا ہے، چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتے ہیں، اور
اپنا دامن سنبھالے اور اپنے آپ کو لئے دیئے رہتے ہیں
اور بننے کے لئے اپنے نفس کو زیور تقویٰ و صلاح سے بہ تکلف
ریاکاری آراستہ کر رہے ہیں اور خداوند عالم کی پرواہ نہ کرنا
کو معصیت کا ذریعہ بنا رکھا ہے (یہ وہ لوگ ہیں جو ائمہ
ملت و شریعت ہیں۔ ریاکاروں کے ساتھ ریاست و زندگی
دنیا کے طالب ہیں) اور کھلم کھلا ظلم و جور کے ذریعہ تحصیل ملک
وجاہ نہیں کرتے (۴) چوتھی قسم کے وہ انسان ہیں جنہیں
پستی نفس اور عدم اسباب (امداد) نے طلب ملک و مال سے
بٹھا دیا ہے اور اس حالت نے انہیں انکی حالتوں پر چھوڑ
رکھا ہے اب وہ قناعت کا زیور بہ تکلف پہن رہے ہیں
اور صاحبان زہد کا لباس نہایت ہی تکلف کے ساتھ
زیب تن کئے جاتے ہیں، حالانکہ یہ انکا تقنع ہی تقنع ہے
ان کی رات کی خوابگاہیں اور دن کے آرام کرنے کے لئے
کمرے دنیا طلبی سے خالی نہیں (۵) اب ایک نہایت ہی
قلیل گروہ اور بھی ہے اور اس کی یہ کیفیت ہے کہ ذکر
معاد اور ہول قیامت نے ان کی آنکھوں کو مال دنیا سے
بند کر دیا ہے، محشر کے خوف سے ان کے آنسو رواں ہیں
اس گروہ کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی اپنے وطن اور عزیزوں
سے بچھڑ گیا ہو، خائف ہو اور ٹوٹا ہوا دل اپنے پہلو میں
رکھتا ہو خاموش ہو اور اسکی زبان پر مہر لگا دی گئی ہو
دعا کرنے والا ہو مگر نہایت ہی خلوص کے ساتھ، اور ایک
درد رسیدہ اور دکھے ہوئے دل کی طرح فریاد کر رہا ہو

فرزند آدم کو ہم علی العموم تین حصوں میں
منقسم پاتے ہیں (۱) ادنیٰ (۲) تنگ نظر (۳) خود غرض

پہلا جو نہ دیکھتا ہے، اور نہ محسوس کرتا ہے دوسرا شریف اور ہمدرد ہے لیکن نتیجہ اور عمل کے بغیر دیکھنے اور محسوس کرنیوالا تیسرا جو کسی ضرورت کے محسوس کرنے اور قصد کرنے کی صلاحیت ہی نہیں رکھتا۔

آدمیوں کی تین قسمیں ہیں (۱) عالم ربانی (۲) طالب العلم جو نجات و رستگاری کے رستے پر قائم ہے اور (۳) وہ لوگ جو عالم ہیں نہ متعلم یہ لوگ نہایت ہی پست فطرت اور احمق ہیں۔ بھیڑ بکری کی طرح گلہ بان کی پیروی کرتے ہیں ہر ایک ہوا کے ساتھ دین سے برگشتہ ہو جاتے ہیں انھوں نے نور علم کی ذرا بھی روشنی حاصل نہیں کی اور دین کے محکم و مضبوط رکن سے پناہ کے خواستگار نہیں ہوئے۔

لوگوں میں سے ایک شخص وہ ہے جو اپنے ہاتھ اپنی زبان اور اپنے دل کے ساتھ بدکرداری و محرمات کا انکار کرتا ہے، ایک وہ ہے جو اپنے دل اور زبان سے تو انکار کرتا ہے لیکن ہاتھ سے انکار نہیں کرتا اور ایک ایسا ہے جو دل سے تو منکر ہے مگر ہاتھ اور زبان سے اس کا اظہار نہیں کرتا اب ایک شخص ایسا بھی ہے جو برائیوں کا انکار نہ دل سے کرتا ہے نہ زبان سے اور نہ ہاتھ سے یہ شخص زندہ تو ہے مگر مردے سے بدتر۔

انسان ایک مذہبی ہستی ہے جس کے وجود میں خدا اور اس کی عبادت کی فکر، حشر و نشر کا خیال اور ایثار و قربانی کا احساس سب مضمر ہو جو ہے اور عملی حیثیت سے بھی وہ اپنی انفرادی و اجتماعی زندگی میں نہایت شد و مد کے ساتھ اس کا اظہار کرتا ہے۔

تم دنیا کے جس کسی حصہ میں جا کر دیکھو گے تم کو اس کی انسانیت کا یہ ثبوت ہر جگہ ملے گا علی الخصوص ان مواقع پر جب وہ تکلیف غم اور پریشانی سے دوچار ہوگا تنہائی یا مرض نے اسے گھیر لیا ہوگا یا اس کا دم واپسین ہوگا تم اسے بارگاہ احدیت میں سربسجود پاؤگے۔

جس طرح تیل کے بغیر چراغ روشن نہیں ہو سکتا اسی طرح خدا کے خیال کے بغیر انسان زندہ نہیں رہ سکتا

جس طرح چائے کا اثر پانی کے گرم رہنے تک باقی رہتا ہے اسی طرح انسان میں جب تک روحانی قوت اور نیکی کی حرارت باقی رہتی ہے اس کا وجود قائم رہتا ہے ورنہ اس کے بغیر اسکی حقیقت چلتی پھرتی قبر سے زیادہ نہیں رہتی۔

ابن آدم کو افتخار سے کیا نسبت۔ وہ ابتداءً ایک قطرۂ ناپاک تھا، اور آخر میں مردار ہو جائیگا نہ وہ اپنے نفس کو رزق پہنچا سکتا ہے اور نہ اپنی موت کو دور کر سکتا ہے۔

زن

جب تک دنیا میں ایک عورت بھی باقی ہے اسکے باب میں گفتگو باقی رہے گی کیونکہ وہ مرد کی امنگ کے لئے روشنی کے مینار کا کام دیتی ہے مرد کی تمنا، اس کی عقل اور ہمت سب عورت ہی کی محبت کے اثر سے عمل پیرا ہوا کرتی ہے۔

عورت کا دل کبھی بوڑھا نہیں ہوتا، لیکن جب اس کے دل سے محبت جاتی رہتی ہے تو وہ ناکارہ

ضرور ہو جاتی ہے۔

کسی بی بی نے اپنے میاں سے پوچھا اچھی! اتنے کل ملک کا سفر کیا گھاٹ گھاٹ کا پانی پیا۔ مگر یہ نہ بتایا کہ اس عرصہ میں عجیب چیز کیا دیکھی میاں نے نہایت سنجیدگی سے جواب دیا کہ دنیا بھر میں عورت سے زیادہ کوئی عجیب چیز اس کی نظر سے نہیں گزری۔

عورتو! تمہیں بنانے میں نہ صرف خدا کی ہی دستکاری کام میں آئی ہے بلکہ مردوں نے بھی اس میں حصہ لیا ہے مرد اپنے دلوں سے تمہارے لئے نیا حسن پیدا کرتے رہتے ہیں شاعر تمہارے لئے ہمیشہ لفظوں کا سہرا تیار بناتے اور مصور تمہارے لئے لافانی صورتیں پیدا کرتے رہتے ہیں تمہیں آراستہ کرنے کے لئے سمندر اپنے موتی معدن اپنا سونا اور باغ اپنے پھول دیتے رہتے ہیں۔ مردوں کی خواہشات تمہاری جوانی کو چمکاتے رہتے ہیں تم عورت اور خواب کا مجموعہ ہو

عصمت کسی عورت کا سب سے زیادہ قیمتی اور نگاہ کو خیرہ کر دینے والا زیور ہے۔ عصمت سنجیدگی کا ضمیمہ ہے اور پاکدامنی اعتدال اور خاکساری سے اس کی نسبت ایسی ہے جیسے لباس سے جھالر کی بے عصمتی عورت کیلئے ایسی ہے جیسے بغیر نمک کے غذا۔

خوبصورت عورت آنکھ کا نور اور خوش سیرت دل کا سرور ہوتی ہے ایک جوہر ہے تو دوسرے جواہرات کا خزانہ جو عورتیں اپنے باپ بھائی میاں اور دوسرے عزیزوں کی خیر طلب ہوں ان کی عزت ضرور کیجانی چاہیے جمدلی عورت کو بہت بڑا حسین بنادیتی ہے۔

جو عورت بار بار آئینہ دیکھتی ہے وہ معاملات خانہ داری کی جانب کم توجہ کرتی ہے اگرچہ ہم عورت کے بیرونی بناؤ سنگھار کو حقیر نہیں جانتے، بلکہ موقع و وقت کے مناسب حال اس لحاظ سے بناؤ سنگھار کے دلدادہ ہیں کہ اس سے اکثر جسمانی تندرستی اور دماغی نزاکت و شائستگی کو مدد ملتی ہے اور یہ سوسائٹی کے کسی درجہ میں محدود کرنے کی چیز نہیں ہے باوجود اس کے ہم نوعمر بیبیوں سے اس امر کے خواستگار ہیں کہ وہ اپنے جسمانی سنگھار اور تہذیب عادات کے ساتھ ساتھ روحانیت کو ترقی دینے کی کوشش بھی کرتی رہیں۔

خوشی سے عورت کو وہی نسبت ہے جو سورج کو پھول سے۔ اگر اعتدال کے ساتھ خوشی کا استعمال کیا جائے، تو وہ حسن کو نکھار دیتی، اور اس میں تازگی پیدا کر دیتی ہے بلکہ یہ بھی کہ اس میں تازگی پیدا کر دیتی ہے لیکن اگر اس میں بے اعتدالی سے کام لیا جائے تو پھول نہ صرف پژمردہ بلکہ تباہ ہو جاتا ہے اگر خانہ داری کے جملہ فرائض کو خوش اسلوبی کے ساتھ انجام دیا جاتا ہے اور زنانہ محسوسات کو ترقی دیجائے تو یہ طرز عمل خوش قامتی کے نکھار کے لئے ایسا ہی ضروری ہے جیسے پھولوں کے لئے شبنم، کہ رنگ میں شگفتگی اور بو میں تیزی پیدا کر دیتی ہے۔

تکبر، بزدلی، اور بخل مردوں کے لئے نہایت بری خصلتیں ہیں مگر عورتوں کے لئے اچھی ہیں، کیونکہ عورت اگر متکبر ہوگی تو کسی کو اپنے سامنے آنے کی

اجازت نہ دے سکی اگر بزدل ہوگی تو ہراس چیز سے ڈرے گی جو اس سے معترض ہو، اور اگر بخیل ہوگی تو اپنے اور اپنے شوہر کے مال کی حفاظت کرے گی۔

کسی نوجوان نے اپنے ہم جلیس سے پوچھا کہ کیا وہ عورتوں کو ہمیشہ خوش رکھنے کی صلاحیت رکھتا ہے اس نے بے ساختگی سے جواب دیا کہ ان کا خوش رکھنا ایک طرف میری ساری کوشش اس پر صرف ہو جاتی ہے کہ وہ مجھ سے ناراض نہ ہونے پائیں۔

یہ ایک عام بات ہے کہ راحت و رنج، روشن دماغی و جہالت اور تہذیب و بد تہذیبی کا انحصار زیادہ تر اس قوت عمل پر ہے جس کو عورت اپنی خانہ داری کی مختصر حکومت میں بروئے کار لاتی ہے۔

عورت گھر کی زینت ہوتی ہے پس اس کو ہمیشہ خندہ پیشانی، منتظم، صفائی پسند، اور ہر قسم کے اخراجات میں کفایت شعار رہنا چاہیئے۔

تمام عقلمند اور مہذب آدمی عورت کی قدر عورت کی حیثیت سے کرتے ہیں اور جب اسکی ذاتی خوبو اس سے جاتی رہتی ہے تو اسکی لاکھ قابل تعریف خوبیاں اسکی فطرت کے خلاف دوسروں کے لئے پریشان کن ثابت ہوتی ہیں کسی بی بی کے خصائل حمیدہ میں ان صفات کا ہونا لازمات سے ہے۔ (۱) صورت اور طبیعت میں نزاکت پائیں جائیں (۲) خیالات شستہ ہوں (۳) تقریر میں نرمی ہو (۴) جذبات حرکات عصمت سے خالی نہ ہوں (۵) نمود و نمائش اور شہرت پسندی سے طبعی پرہیز اور (۶) شائستگی و کمینہ پن سے طبعًا نفرت ہو اور (۷) اصولی و عملی طور پر بھونڈے پن و خلاف ظرافت نہ پائی جائے۔ صفات نسوانی کے ان خط و خال کو ہمیشہ قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے اور شوہر اپنی بیبیوں میں انکا دیکھنا پسند کرتے ہیں۔

زمانہ کو آجکل اس امر کی ضرورت پیش آگئی ہے کہ عورتیں اپنی طبعی حالت میں ہوں یعنے ہمیں ایسی عورتیں درکار ہیں جنکے سینوں میں دل ہوں نہ کہ ایسی صورتیں جو اپنے خیالات دارا کو ہمارے سامنے پیش کرکے ہمیں اور پریشان کردیں۔

ہماری بیبیوں کو چار قسم کے صفات خصوصیت کیساتھ درکار ہیں (۱) قلب میں نیکی پائی جاتی ہو (۲) آنکھ سے حیا ٹپکتی ہو (۳) منہہ سے پھول جھڑتے ہوں، اور (۴) ہاتھ میں دستکاری موجود ہو۔

تین وسائل سے عورتیں ہی نوع انسان کے مستقبل کو درست کرسکتی ہیں (۱) لڑکوں اور لڑکیوں کے بچپن کو جہاں تک وسائل اجازت دیں، خوشگوار بنایا جائے اور اس زریں اصول کو پیش نظر رکھا جائے کہ صیح زندگانی کو اس کی فطری برکت حاصل ہو ماؤں کو چاہیئے کہ بچوں میں خوشی پیدا کرنے کے فن کی تحصیل کریں یہ فن کتابوں سے نہیں کرسکتا بلکہ خلقی بے غرض کے مادہ کو ترقی دینے سے حاصل ہوتا ہے اس فن کی تحصیل میں غربت کسی قسم کی رکاوٹ پیدا نہیں کرتی۔ (۲) دانشمندی کے ساتھ ان کی قوت ارادی کی تربیت کیجائے نیم جاہل والدین کی اس بیوقوفی سے زیادہ کوئی اور خطرناک نہیں ہوسکتا کہ بچے کے قلب سے قوت ارادی کو فنا کردیا جائے بچے کے قلب کو قابو میں رکھنے کا یہ صحیح طریقہ نہیں ہے کہ اس کو کسی

دوسرے کی مرضی کا تابع بنا دیا جائے بلکہ خود اسکی دوسری
قوتوں کو اس قدر مضبوط کر دیا جائے کہ بچہ اپنی نگرانی خود ہی
کر سکے۔ لاڈ اور مخالفت دونوں اس باب میں ترک کر دینے
کی چیزیں ہیں جب بچہ کی طبیعت میں ضبط کا کافی مادہ پیدا ہو جائیگا
تو تربیت پذیری کی عادت خود بخود پڑ جائیگی (۳) تیسری
اور آخری بات یہ ہے کہ وسیع النظری کے ساتھ بچہ کے لوچدار
دماغ میں مذہب کے ضروری مسائل کو اتار دیا جائے اور
لازمی طور پر مذہبی اثر کے تحت اخلاق و آداب کی مشق اسی
زمانہ سے شروع کر دی جائے۔

جو عورت اپنی اولاد کو اچھی تعلیم و تربیت سے آراستہ
کر کے مدرسہ کے لئے تیار اور اس کے دل و دماغ سے کج روی کو
دور کرتی ہے۔ اگر ماں کی توجہ سے بچہ کے دل و دماغ درست ہو گئے
تو استاد اور مدرسہ کو اپنے درس میں بڑی مدد مل جاتی ہے اور
وہاں کی تعلیم نہایت کامیاب ثابت ہوتی ہے۔ اپنے اس حسن عمل
سے عورت اپنے ملک و قوم اور انسانیت کی بڑی خدمت انجام
دیتی ہے۔

عورت کی تعلیم و تربیت کیلئے اس کی مادری زبان کافی ہے

مرد و عورت

تمام معلمین کے منجملہ عورت ہی ایک ایسی معلمہ ہے جو انسانیت
کی تعلیم کرتی ہے مرد انسانیت کا دماغ اور عورت اس کا قلب ہے
وہ اس کا فیصلہ ہے اور یہ اس کا جذبہ وہ اسکی طاقت ہے، یہ اسکی
تسکین ہے بہترین عورت کی فہم و فراست بھی تو اسکی محبت
ساتھ ساتھ کام کرتی پائی جاتی ہے پس مرد عقل کی رہبری
ہے اور عورت جذبات کی تہذیب جو سیرت انسانی کی
خصوصیت خاص ہے جس موقعہ پر مرد حافظہ کو پر کرتا ہے عورت
دل پر قابض ہوتی ہے مگر عورت جہاں ہمیں محبت کا سبق دیتی
ہے مرد یقین کی تلقین کرتا ہے۔ اور یہ صرف عورت کا کام
ہے کہ ہم حقیقت شناس ہو جاتے ہیں۔

مرد عورت کا کمال اور اسکی طاقت ہوتا ہے عورت
مرد کی فہم اور قابل حصول عزت۔ مرد قوت، دلیری، اقتدار
اور محنت کی قائم مقامی کرتا ہے اور عورت خوبصورتی نزاکت
اور اعتبار کی۔ مرد انسانیت کی نثر اور عورت اس کی
نظم ہے۔ مرد امنگ کے بل بوتے پر کام کرتا ہے اور عورت
محبت کے بھروسہ پر۔ عورت اپنی خاص قوت قلب میں لئے
رہتی ہے اور مرد اپنے دماغ میں۔ مرد ذکاوت کی تحصیل
کرتا ہے اور عورت بالطبع ذکی ہوتی ہے۔

مرد مضبوط ہوتا ہے، عورت خوبصورت۔ مرد دلیر اور
مستقل مزاج ہوتا ہے۔ اور عورت شرم و حیا کی صورت۔ مرد کی
عظمت اس کے کام کی بدولت ہے عورت کی بزرگی اسکی
قوت برداشت کے باعث۔ مرد کی قدر پردیس میں ہے
عورت کی گھر میں۔ مرد خطا و قصور کی شکایت کرتا ہے
عورت کی شکایت خوشی اور رغبت کے باب میں ہوتی ہے
مرد کا دل ناہموار ہوتا ہے عورت کا دل ملائم و کمزور۔ مرد
تکلیف کو روکتا ہے، عورت اس سے نجات دلاتی ہے
مرد کے پاس حکومت ہے۔ عورت کے پاس ذوق۔ مرد کے
پاس قوت فیصلہ ہے، عورت کے پاس نرم دلی۔ مرد خدا کی
عادل مخلوق ہے، عورت رحم دل۔ مرد دولت خیرات
کرتا ہے عورت خیرات کرتے وقت دولت کے ساتھ اپنی

ہمدردی بھی شریک کر دیتی ہے۔

عورت کی خاموشی مرد کی تقریر کے برابر ہے یہ امر تعجب سے خالی نہیں کہ زبان سے کچھ نکالے بغیر اپنے باب میں عورت سب کچھ کہہ سکتی ہے یہ خیال کرنا غلطی میں داخل ہے کہ عورتیں مردوں کے بہ نسبت زیادہ باتیں کرتی ہیں عورت کے واہمہ کے مقابلہ میں مرد کی تمام دلیلیں بیکار ثابت ہوتی ہیں۔ خوبصورتی دو قسم کی ہے، منجملہ ان کے ایک میں محبت اور دوسری میں شان پائی جاتی ہے ہم کو چاہیئے کہ محبت کو عورت کی صفتِ خاص قرار دیں اور شان کو مرد کی اور مرد کے جسم سے ان تمام زیورات کو اتار پھینکیں جو اسکے شایانِ شان نہوں، اور اس کے حرکات و سکنات سے اس قسم کی کمزوریوں کو دور کر دیں۔

سید منظر علی

جذباتِ عالیہ

از صدق جائسی

انہیں نگاہوں کو ڈھونڈھتا ہوں ستم کے ہاتھوں سے تنگ ہو کر
جو بجلیاں بنکے دل پہ ٹوٹیں جگر پہ چمکیں خدنگ ہو کر

کنارہ کش اب ہیں چار دن سے جفائے پیہم سے تنگ ہو کر
شریک محفل رہے ہیں برسوں کسی کی محفل کا رنگ ہو کر

خبر نہیں برق تھی بلا تھی نگاہ تھی یا ادا تھی کیا تھی
نظر کا ملنا تھا اور کوئی شیشے در آئی دل میں خدنگ ہو کر

کوئی نہ دیکھے کوئی نہ سمجھے تو غفلت اسکی قصور اسکا
وہ دل میں رہتے ہیں ہر کسی کے اُسی کے دل کی امنگ ہو کر

غنیمت اے عشق دم ہے تیرا جہاں میں یکساں کرم ہے تیرا
بنا کسی منہ کی مشکی لب اڑا کسی رخ سے رنگ ہو کر

رہے یہی لطف آؤ باہم تم ایک جانب ہو اک طرف ہم
کہیں نگہ بن کے تیغ ادھر سے ادھر سے نالہ خدنگ ہو کر

چھپانے سے ظلم کب چھپا ہے نہیں یہ شان خدا تو کیا ہے
کہ حزن بلبل دمک رہا ہے گلوں کے چہرے پہ رنگ ہو کر

چلا ہوں کعبہ صنم کدے سے خیال کی سادگی تو دیکھو
خدا سے انصاف کا ہوں طالب بتوں کے ہاتھوں سے تنگ ہو کر

نہ آب و گوہر میں یہ صفا ہے نہ چاند سورج میں یہ ضیا ہے
تمہیں کو ہر شخص دیکھتا ہے مثال آئینہ دنگ ہو کر

لڑیں گی جبتک نہ چار آنکھیں کبھی نہ دو دل ملیں گے باہم
طریق الفت ہے کیا انوکھا کہ صلح ہوتی ہے جنگ ہو کر

کسی نے ٹیڑھی نظر سے دیکھا کہ ہو گیا دل ہزار ٹکڑے
بنا دا اس چشم خشمگیں سے پڑی ہے شیشے پہ سنگ ہو کر

جو تو بھی محفل میں ہو کہیں پر تو بیٹھنا ایک تیر ہٹ کر
یہ صدق کے شعر ہیں ستمگر چلیں گے ہر سو خدنگ ہو کر

ہم اور ہمارا امتحان

تصویر کا ایک رخ

نہ ہوئی گر میرے پرچوں سے تسلی نہ سہی امتحان اور بھی باقی ہے تو یہ بھی نہ سہی

جناب اڈیٹر صاحب

السلام علیکم! ذوق مرحوم فرما گئے ہیں۔ ؎

اے شمع تیری عمر طبیعی ہے ایک رات
ہنس کر گزار یا اسے رو کر گزار دے

بعض انسان دنیا کے تاریک پہلو کو دیکھتے ہیں اور بعض روشن پہلو کو۔ ایک ہی چیز ایک کو بری معلوم ہوتی ہے اور دوسرے کو اچھی امتحان ایک کے لئے آفت جان ہوتا ہے اور دوسرے کیلئے دلفریب۔ انہی دو رخوں کو دو صاحبوں نے اپنی اپنی سرگزشت میں دکھایا ہے اسکے روشن رخ کا کچھ حصہ رسالہ افادہ میں چھپا تھا مگر وہ رسالہ کے حق میں غالب کا قصیدہ ہو گیا اور اسکی اشاعت کے ساتھ ہی رسالہ افادہ کا خاتمہ بالخیر ہو گیا۔

اب یہ دونوں رخ رسالہ نمائش کیلئے بھیجتا ہوں۔ دونوں کو ایک ہی پرچہ میں چھاپ دیجئے تاکہ آپکے رسالہ کا حشر بھی اسکی نحوست سے کہیں وہ نہ ہو جو رسالہ افادہ کا ہوا۔[۱]

اگر چھاپنے کی ہمت نہ ہو مضمون واپس کر دیجئے جو اڈیٹر صاحب اپنے رسالہ کی بنیاد کو بہت قوی سمجھتے ہیں انکو بھیجدونگا۔ دیکھوں وہ بھی اس ٹکر کی تاب لاتے ہیں یا نہیں۔ والسلام

(مرزا الم نشرح)

لوگ امتحان کے نام سے گھبراتے ہیں لیکن مجھے انکے گھبرانے پر ہنسی آتی ہے۔ آخر امتحان ایسا کیا ہوتا ہے دو ہی صورتیں ہیں "فیل یا پاس" اس سال کامیاب نہ ہوئے آئندہ سال سہی۔ میں اپنے دوستوں اور ہم جماعتوں کو دیکھتا تھا کہ جب جب امتحان کے دن قریب آتے جاتے تھے ان کے حواس پراں اونکا دماغ مختل اور انکی شکل مسخ ہوتی جاتی تھی، بندۂ درگاہ پر امتحان کا نہ کوئی برابر اثر پہلے تھا اور نہ اب ہے، گو امتحان سے فارغ ہو چکا ہوں لیکن اب بھی اسکے ختم ہو جانیکا افسوس ہے اور اسکا مجھے نئی نئی صورتیں عجیب عجیب خیالات یہ ایسی چیزیں ہیں جن سے کبھی دل سیر نہیں ہو سکتا۔ جی چاہتا ہے کہ تمام عمر امتحان

---

۱ ع ہر چہ بادا باد ما کشتی در آب انداختیم

(اڈیٹر)

ہوسئے جائے لیکن پڑھنے اور یاد کرنے کی شرط اوٹھا دیجائے
میری سنئے کہ دو سال میں لاکلاس کا کورس پورا کیا مگر کسطرح؟
شام کو یاروں کے ساتھ ٹہلنے نکلتا واپسی کے وقت لاکلاس
میں بھی جا بیٹھتا آتا منشی صاحب دوست تھے اور لکچرار صاحب
پڑھانے میں مشغول حاضری کی تکمیل میں کچھ دشواری نہ تھی
اب آپ ہی بتائیے کہ لاکلاس میں شریک ہونے سے میرے
کس مشغلہ میں فرق آسکتا تھا والد صاحب قبلہ خوش تھے کہ
بیٹے کو قانون کا شوق ہو چلا ہے کسی زمانہ میں بڑے
بڑے وکیلوں کے کان کترتا ہم بھی بیفکر تھے کہ چلو دو برس
تک تو کوئی محنت کیلئے کہہ بھی نہیں سکتا بعد میں دیکھئے کون
جیتا ہے اور کون مرتا ہے لیکن زمانہ آنکھیں بند کئے گزرتا
ہے دو سال ایسے گزر گئے جیسے ہوا لاکلاس کا صداقت نامہ
بھی مل گیا اب کیا تھا والدین امتحان وکالت کی تیاری
کے لئے سپر ہو گئے مگر میں بھی ایک ذات شریف ہوں
ایک بڑھیا اور ایک بڈھے کو دھوکا دینا کیا بڑی بات ہے
میں نے تقاضا کیا کہ علیحدہ کمرہ ملجائے تو محنت کروں
بال بچوں کی گڑبڑ میں مجھ سے کچھ نہیں ہو سکتا چند روز
اسی حیلے سے ٹالدیئے لیکن تا بکے بڑی بی نے اپنے سونیکا
کمرہ خالی کر دیا اب میں دوسری چال چلا دروازوں میں
جو شیشے تھے اوسپر کاغذ چپکا دیا لیمپ روشن کرکے آرام
سے سات بجے سے سوجاتا اور صبح نو بجے اٹھتا اگر کسی نے
آواز دی اور آنکھ کھل گئی تو ڈانٹ دیا کہ خواہ مخواہ میری
پڑھائی میں خلل ڈالا جاتا ہے اگر آنکھ نہ کھلی اور صبح کو شکایۃ
الزام لگایا گیا تو کہدیا کہ میں پڑھتے وقت کبھی جواب
نہ دونگا۔ آئیندہ کوئی مجھے دق نہ کرے۔ بعض وقت ایسا
ہوا کہ لیمپ بھڑک کر چمنی سیاہ ہوگئی اور میری زیادہ محویت
ومحنت کا نتیجہ سمجھی گئی بعض وقت والد والدہ کہتے بھی
تھے کہ اتنی محنت نہ کیا کرو لیکن میں زمانہ کی ترقی کا نقشہ
کھینچکر اونکا دل خوش کردیا کرتا تھا خدا خدا کرکے یہ مشکل بھی
آسان ہوگئی اور امتحان کا زمانہ قریب آیا میں نے گھر
میں بہت کہا کہ ابھی میں امتحان کیلئے جیسا چاہئے ویسا
تیار نہیں ہوں لیکن میری مسلسل حاضری لاکلاس اور
شبانہ روز کی محنت نے اون کے دلوں پر سکہ بٹھا رکھا
تھا وہ کب ماننے والے تھے پھر بھی احتیاطاً اپنے بچاؤ کیلئے
اونسے کہدیا کہ اگر میں فیل ہو جاؤں تو اوسکی ذمہ داری
مجھپر نہ ہوگی کیونکہ میں اپنے آپ کو ابھی امتحان کے قابل
نہیں پاتا لیکن والد صاحب مسکرا کے بولے کہ امتحان سے
کیوں ڈرے جاتے ہو جب محنت کی ہے تو شریک بھی ہوجاؤ
کامیابی و ناکامیابی خدا کے ہاتھ ہے۔ ع

مرد باید کہ ہراساں نہ شود

میں نے بھی تقدیر اور تدبیر پر ایک چھوٹا سا
لکھکر ثابت کردیا کہ تدبیر کوئی چیز نہیں تقدیر سے تمام دنیا کے
کام چلتے ہیں۔

قصہ مختصر درخواست شرکت دیگئی اور منظور
ہوگئی اور ایک دن وہ آیا کہ ہم ہال ٹکٹ لئے ہوئے مقام
امتحان پر پہنچ ہی گئے گویا دہنیں کیا تھا لیکن دو وجہ
سے کامیابی کی امید تھی "اول تو امداد غیبی" دوسرے
پرچوں کی الٹ پھیر شاید وہ حضرات جو امتحان میں

کبھی شریک نہیں ہوئے اس مضمون کو نہ سمجھیں اسلئے ذرا
وضاحت سے عرض کرتا ہوں "امداد غیبی" سے مراد
امیدواران امتحان کی اصطلاح میں وہ مدد ہے جو ایک
دوسرے سے یا کسی نیک ذات نگرانکار سے یا عندالموقع
کتاب سے پہونچ جاتی ہے پرچوں کی اولٹ پھیر گو بظاہر
مشکل معلوم ہوتی ہے لیکن تقدیر سب کچھ آسان کر دیتی
ہے بعض شریف کم حیثیت ملازم ایسے بھی نکل آتے ہیں
جو بامید انعام پرچے بدل دیتے ہیں یہ ضرور ہے کہ اس سے
ایک محنت کرنے والے کو نقصان پہونچ جاتا ہے۔ لیکن
تدبیر و تقدیر کا مسئلہ جیسا اس کارروائی میں حل ہوتا ہے
دوسری کسی صورت میں حل نہیں ہوتا اسکے علاوہ اور بھی
صورتیں ہیں لیکن وہ بہت کم پیش آتی ہیں اسلئے اون پر
بھروسہ کرنا نادانی ہے۔ خیر آمدم بر سر مطلب نونے دس بجے
گھنٹی بجی اور ہم بسم اللہ کہکر کمرۂ امتحان میں داخل ہوئے
یہاں ایک بہت خلیق اور ہنس مکھ نگرانکار تھے مجھے
جگہ نہیں ملتی تھی۔ میں نے اون سے کہا وہ میرے ساتھ
ہو لئے۔ جگہ بتائی اور بڑی دیر تک ہنس ہنس کر باتیں
کرتے رہے میں سمجھا چلو بیڑا پار ہے اللہ دے بندہ لے۔
ٹھیک دس بجے پرچہ تقسیم ہوا میں نے پرچہ لیا
سرسری سی نظر ڈالی اور میز پر رکھدیا لیکن یہ ضرور
کھٹکا کہ پرچہ پڑھنے کے بعد جیسا میرے چہرہ پر اطمینان تھا
شاید ہی کسی کے چہرہ پر ہوگا خود تو اس پرچے کے
متعلق اندازہ نہ کرسکا لیکن نگرانکار صاحب کو یہ کہتے
ضرور سنا کہ پرچہ مشکل ہے میں کئی مرتبہ اول سے آخر تک
اسکو پڑھ گیا لیکن یہ نہ معلوم ہوا کس مضمون کا ہے۔
جوابات کی کاپی دیکھی اسکے آخر کی ہدایتیں پڑھیں
صفحہ اول کی خانہ پری کی اور کھڑا ہوگیا گارڈ صاحب
فوراً ہی آئے میں نے ان سے کہا کہ جناب یہ پرچہ
کس مضمون کا ہے وہ مسکرائے زبان سے تو کچھ نہ بولے
مگر پرچے کے عنوان پر انگلی رکھدی ابھی قلم اٹھا کر لکھنا
شروع کر دیا کیوں کہ اصول کیلئے کسی کتاب کے پڑھنے
کی ضرورت تھوڑے ہی نہیں اس مضمون پر ہر شخص کو
رائے دینے کا حق حاصل ہے۔ ایک مقنن ایک اصول
قائم کرتا ہے دوسرا اوسکو توڑ دیتا ہے لیکن کیا وجہ ہے
کہ ہم اپنی رائے کو کسی دوسرے کی تجویز کا پابند کریں
میں نے اپنے برابر والے سے پوچھنے کی کوشش بھی کی کچھ
ادھر ادھر نگاہ بھی دوڑائی مگر وہ گارڈ صاحب میری
حالت کو کچھ ایسا تاڑ گئے تھے کہ ہر وقت بلائے ناگہانی
کی طرح سر پر ہی کھڑے رہتے ذرا میں نے ادھر ادھر
گردن پھیری اور انہوں نے آواز دی کہ "جناب اپنے پرچہ پر
نظر رکھئے"

جب دوسرے سے مدد ملنے کی توقع منقطع ہوگئی
تو میں نے دل میں سوچا کہ چلو ان گارڈ صاحب ہی سے
پوچھیں میں کھڑا ہوگیا وہ آئے میں نے دریافت کیا کہ
"جناب اس دوسرے سوال کا جواب کیا ہے" وہ مسکرائے
اور کہا کہ "بھئی مجھے معلوم نہیں" میں نے کہا کہ یہ برابر
والے بڑے زور سے لکھ رہے ہیں ان سے
پوچھ دیجئے اور اگر آپکو دریافت کرتے ہوئے [illegible] آتا ہے

[illegible] "قانون" [illegible]

تو ذرا اُدہر ٹہلتے ہوئے تشریف لیجائیے میں خود دیکھ لونگا مگر وہ کیا ملنے والے تھے قطب ہو گئے انکا مسکرانا پہلے تو بہت اچھا معلوم ہوتا تھا لیکن پھر آخر میں تو زہر ہو گیا تھا میں واللہ سچ کہتا ہوں۔ اگر تمام عمر میں قلبی نفرت مجھے کسی سے ہوی ہے تو انہیں صاحب سے ہوی انکا وہ مسکراتے ہوئے ٹہلنا مجھے ایسا برا معلوم ہوتا تھا کہ کئی دفعہ میں نے ارادہ کیا کہ اگر میرے برابر کھڑے ہو کر یہ مسکرائیں تو ضرور گلغپ ہو جاؤں لیکن پھر سوچا کہ سرکاری معاملہ ہے کہیں اینچپن چھوڑ کر گھسیٹن میں نہ پڑ جاؤں اسلئے چپکا ہو رہا۔ غرض اسطرح یہ تمام دن امتحان کے گزر گئے لیکن آپ سمجھ سکتے ہیں کہ ایسے ظالم کے ساتھ ایسی حالت میں کہ ایک حرف بھی یاد نہ ہو پورے چھ گھنٹے گذارنے کیسے مشکل ہونگے۔ میں تو ہر روز آدھ گھنٹے کے بعد ہی کمرے سے نکل آتا لیکن مصیبت یہ آن پڑی کہ والد صاحب روز گیارہ بجے سے آجاتے اور نیچے صحن میں بیٹھے رہتے اب میں جلدی باہر آجاتا تو جو رعب میں نے دو سال کے عرصے میں قائم کیا تھا وہ سب ہوا ہو جاتا اسلئے قہر درویش بر جان درویش۔ آخری وقت تک کمرۂ امتحان ہی میں بیٹھا رہتا اور جب نیچے اترتا تو والد صاحب پرچے کی سختی کی ضرور شکایت کرتا اور بھی میری تشفی کیلئے ممتحن کو بہت کچھ برا بھلا کہتے لیکن انکو یہ خیال ہو گیا تھا کہ کچھ ہی کیوں نہ ہو میرا بیٹا کامیاب ضرور ہوگا۔ امتحان ختم ہوا اور یہ امید بندھ گئی ایک دو کا خون ہو گیا اب ممتحنوں کے پاس کوشش کی سوجھی والد صاحب ایک بزرگ سے

چٹھی سفارش کی لیکر ایک صاحب کے ہاں پہونچے وہ چٹھی دیکھکر بہت اخلاق سے پیش آئے آنے کی وجہ دریافت کی والد نے عرض کیا کہ خادمزادہ اسی سال امتحان میں شریک ہوا ہے۔ اگر آپ کچھ کوشش فرمائیں تو خانہ زاد ہمیشہ ممنون احسان رہیگا۔ وہ بہت ہنسے اور دوسرے لوگوں سے جو سلام کو حاضر ہوئے تھے فرمانے لگے عجیب درخواست ہے انکا بیٹا تو امتحان دے اور کوشش میں کروں بندہ خدا اپنے لڑکے سے کہو کہ وہ خود کوشش کرے بیچارے بڑے میاں ایسے نادم ہوئے کہ پھر کسی کے پاس نہ گئے کچھ عرصہ کے بعد نتیجہ بھی شایع ہو گیا اور کمترین جملہ مضامین میں بدرجہ اعلیٰ فیل ہوا خبر نہیں کہ وہ کون سے بھلے مانس ممتحن تھے کہ انہوں نے دو نمبر بھی دیئے باقی نے تو صفر ہی پر ٹالا۔ والد صاحب کو بہت رنج ہوا نمبروں کی نقل حاصل کی اور بالآخر یہی رائے قرار پائی کہ کسی بدمعاش چپراسی نے پرچے بدل دیئے ورنہ ممکن تھا کہ برابر تین گھنٹے لکھا جاتا اور صفر ملتا مجھے بھی تعجب تھا کیوں کہ میںنے پرچے کچھ ایسے برے نہیں کئے تھے فیصلے کے دو پرچوں کے جوابات تو مجھے کچھ یاد ہیں وہ ناظرین کے سامنے پیش کرکے ان سے انصاف کا طالب ہوں بقیہ پرچوں کے متعلق مجھے خود یاد نہیں رہا کہ سوال کیا تھا اور میں نے جواب کیا لکھا لیکن میرے فیصلے سے دوسرے جوابات کا اندازہ ہو جائیگا۔ فیصلہ دیوانی میں یہ مقدمہ دیا گیا تھا کہ ایک مکان گروی ہے

مرتہن کہتا ہے کہ مکان رہن بالوفا تھا مدت ختم ہو گئی اسلئے مکان اب اوس کا ہو گیا راہن کہتا ہے کہ مرتہن کا قبضہ غاصبانہ ہے دونوں طرف سے شہادت پیش ہوئی ہے مرتہن کے گواہوں کے بیانات سے میری رائے میں رہن بالوفا ثابت تھا اور راہن کی شہادت سے قبضہ غاصبانہ ثابت ہے اسکا تصفیہ یہ کیا کہ مکان منہدم کرکے زمین اور عملہ آدھا آدھا دونوں میں تقسیم کر دیا جائے اور چونکہ یہ تمام خرابی گواہوں کے بیانات سے پڑی ہے اس لئے مکان کے منہدم کرنے اور مقدمہ کا خرچہ ان سے دلایا جائے میں اب بھی نہایت زور سے کہتا ہوں کہ اس سے زیادہ صاف کوئی فیصلہ نہیں ہو سکتا نہ مرتہن کو شکایت کہ میرا مقدمہ خارج ہوا اور نہ راہن کو شکایت کہ اوس کا نصف مکان مفت دوسروں کو دیدیا گیا اب اس فیصلہ پر بھی اگر ممتحن صاحب نمبر نہ دیں تو وہ جانیں اور اونکا دین ایمان جانے۔

فوجداری مقدمہ کی یہ صورت تھی کہ ایک جوان عورت کے خاوند کو ملزم نے مار ڈالا تھا۔ بچاری کے دو چھوٹے چھوٹے بچے بھی تھے۔ شہادت میں جو گواہ پیش ہوئے انہوں نے بیان کیا ہم نے ملزم کو قتل کرتے ہوئے خود دیکھا ہے ایک بیان کرتا ہے کہ اس کا منہ شمال کی طرف تھا دوسرا کہتا ہے کہ نہیں منہ جنوب کی طرف تھا۔ ذرا انصاف کیجئے کہ جب یہ صورت ہے تو اسکا لازمی نتیجہ ہوا کہ ان دونوں کی پیٹھ ملزم اور مقتول کی طرف تھی اول تو یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ ایسا بڑا واقعہ ہو رہا ہو اور یہ لوگ پیٹھ پھیر کھڑے ہیں دوسرے جب یہ پیٹھ پھیرے کھڑے تھے تو کیا انکی پیٹھ پر آنکھیں تھیں۔ جو انہوں نے اس واقعہ کو دیکھا نتیجہ یہ نکلا کہ دونوں جھوٹے اسلئے میں نے یہ تجویز کی کہ ان دونوں گواہوں کو دو دو سال سزائے قید بامشقت اور سو سو روپیہ جرمانہ کی سزا دیدی اور ملزم کو بری کر دیا اسکے بعد میں نے یہ دیکھا کہ بچاری مستغیثہ بیوہ ہو گئی اسلئے اس کے متعلق یہ حکم دیا کہ سرکاری طور پر مستغیثہ کا نکاح ملزم سے کر دیا جائے اور جو رقم جرمانہ گواہوں سے وصول ہو وہ اس نکاح میں صرف کیجائے اب رہے بچے تو انکے متعلق یہ تجویز کیگئی کہ ملزم کو انکے رکھنے پرورش کرنے میں تامل ہوگا اسلئے دونوں یتیم خانہ میں بھیجدیئے جائیں اب آپ ہی فرمائیے کہ اس سے زیادہ اور کیا انصاف ہو سکتا ہے اسپر بھی اگر ممتحن صاحب مجھکو فیل کر دیں تو اسکو ظلم اور طرفداری نہ کہیں انصاف آپ ناظرین کے ہاتھ میں ہے میں نے اپنے یہ جوابات اپنے والد صاحب کو بھی سنائے انہوں نے بہت تعریف کی۔ ممتحن کو بہت برا بھلا کہا میری بہت اشک شوئی کی اور فرمایا بیٹا گھبرانے کی بات نہیں اس سال نہیں آئندہ سال آخر کہاں تک بے ایمانی ہوگی۔ سو دن چور کے تو ایک دن ساہ کا خیر ع رسیدہ بود بلائے ولے بخیر گذشت جو کچھ ہوا سو ہوا ایک سال کی فرصت تو مل گئی

تصویر کا دوسرا رخ

بلا بلفظ عرب امتحاں بود یعنے
کہ بندہ را بہ بلا امتحاں کند اول

سچ ہے امتحان بڑی سخت چیز ہے۔ خدا کسی کو امتحان میں نہ ڈالے میرا تو یہ حال ہے کہ جب امتحان کا خیال آجاتا ہے تو بدن پر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور جو مصیبتیں اس امتحان کے زمانہ میں مجھ پر گزریں وہ سب نظر کے سامنے آجاتی ہیں میرا دل اپنے امتحان کے واقعات لکھتے ہوئے کانپتا ہے۔ مگر چند محبوں اور محسنوں کا اصرار ہے اسلئے مختصراً عرض کرتا ہوں۔

کسی زمانہ میں ہم لوگ بھی بڑے سمجھے جاتے تھے لیکن زمانہ کی گردش نے رفتہ رفتہ اچھی طرح پیس دیا اور ایک وہ زمانہ آگیا کہ ہمارے رشتہ دار بھی تعلق ظاہر کرنے سے اجتناب کرنے لگے۔ والد صاحب قبلہ مرحوم کے زمانہ حیات تک کسی نہ کسی طرح گزرے جاتی تھی لیکن مرحوم کی فراخ دستی اور آمدنی کی کمی نے افلاس کی آخری حد تک ہمکو پہنچا دیا تھا۔ انکے انتقال کے وقت میری عمر کوئی ۱۷ سال کی تھی انٹرنس کا امتحان پاس کر لیا تھا۔ ابھی پہلا سال بھی ختم نہیں ہوا تھا کہ یکایک انفلوئنزا میں انکا انتقال ہو گیا تمام گھر بیمار پڑا بیماری کے اخراجات نے رہا سہا اور بھی ٹھکانے لگا دیا۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ جب سب بیماری سے اٹھے تو رہنے کا مکان بھی فروخت کرنا پڑا۔ ایک چھوٹا سا مکان ۱۰ عہ کرایہ سے لیکر جا رہے ہے۔ گھر میں میں تھا، والدہ صاحبہ اور میری چھوٹی بہن رضیہ اسکی عمر ۹ سال کی تھی۔ والدہ کے پاس سلائی کا کچھ کپڑا آجاتا اس سے اور تھوڑا بہت جو زیور رہا تھا اسکو بیچ بیچ کر گزارہ کرتے۔ جب آمدنی کم اور خرچ زیادہ ہو تو قارون کا خزانہ بھی کافی نہیں ہوتا۔ تھوڑے دنوں میں جو کچھ رہا سہا تھا وہ بھی ختم ہو گیا اس عرصہ میں میری لا کلاس کی مدت بھی ختم ہو گئی اور امتحان کا زمانہ قریب آگیا۔ اب سب سے بڑی مشکل فیس کی تھی کوئی ایسی چیز پاس نہ تھی کہ گروی رکھ کر یا بیچ کر یہ رقم ادا کیجاتی اور کوئی ایسا ہمدرد دوست یا رشتہ دار نہ تھا کہ صرف بھروسہ پر یہ پچاس ساٹھ روپیے کی رقم دیتا رضیہ کے پاس گلے کا ایک لچھہ اور پاؤں میں پازیب رہ گئی تھی۔ والدہ صاحبہ نے کہا کہ اسکو فروخت کرکے کام چلاؤ۔ اگر خدا نے کیا تو شاید اسی امتحان کے بعد ہمارے دن پھر جائیں میری حمیت گوارا نہ کرتی تھی کہ اس معصوم کا زیور لوں لیکن کیا کیا جاتا۔ اور کوئی دوسرا ذریعہ نہ تھا۔ والدہ صاحبہ جب رضیہ کا زیور اتارنے لگیں تو وہ مچل گئی۔ انہوں نے سمجھانا شروع کیا کہ دیکھو اب بھائی جان پاس ہو جائینگے تو تمکو اتنا زیور بنا دینگے تمہارے لئے گڑیاں لائینگے تمکو اچھے اچھے کپڑے بنا دینگے۔ میں یہ سنتا رہا لیکن رضیہ کے ایک فقرہ نے ایسا بیتاب کر دیا کہ مجھ سے وہاں نہ ٹھیرا گیا۔ اس کا یہ کہنا کہ "اگر بھائی صاحب پاس نہ ہوئے تو" میری دل میں تیر کی طرح لگا

گو اماں سمجھاتی رہیں کہ نہیں بیٹا ایسی فال زبان سے
نہیں نکالا کرتے۔ وہ انشاء اللہ ضرور پاس ہونگے
لیکن رضیہ کے الفاظ ایک تیر تھے کہ اپنا کام کر گئے بہر حال
والدہ صاحبہ نے چھنی لال مارواڑی کے پاس ۶۰ روپے
میں دونوں چیزیں گروی کر دیں، مجھے ۱۵ روپیے دیئے
کہ جاؤ فیس داخل کر آؤ اور ۹ روپے گھر کے خرچ کیلئے
رکھ لئے۔ قصہ مختصر میں نے فیس داخل کی رات دن محنت
کرتا لیکن ہر وقت یہ فکر رہتی کہ دیکھئے کیا ہوتا ہے جب
خیال آتا ہے تو برا ہی خیال آتا۔ بیمار بھی پڑا مگر دو چار
روز میں اچھا ہو گیا آخر امتحان کا دن آہی گیا۔ اماں نے
کہیں نہ کہیں سے کر کے ایک آنہ کا دودھ ایک نان پاؤ
رات کو بھگو کر رکھ دیا تھا کہ صبح ہی صبح کھا کر چلا جاؤنگا
لیکن رات کو کمبخت بلی دودھ پی گئی صبح کو جو والدہ صاحبہ
اٹھیں تو سر پکڑ کر رہ گئیں گھر میں اس روز پیسہ نہ تھا
میں بھی اٹھا۔ انہوں نے مجھ سے بھی ذکر کیا۔ میں نے کہا
اماں آپ ناحق فکر کرتی ہیں۔ مجھے آج بھوک نہیں ہے
اگر کچھ ہوا تو کھا لونگا۔ میں یہ کہکر چلا گیا امتحان کے کمرے میں
اپنی جگہ تلاش کی اور بیٹھ گیا لیکن تھوڑی دیر میں بھوک
کی وجہ سے چکر آنے لگے۔ اتنے میں پرچہ تقسیم ہونا شروع
ہو گیا۔ مجھے بھی پرچہ ملا۔ میں نے دیکھا لیکن ایک حرف
سمجھ میں نہیں آیا ساتھ ہی سر میں چکر آیا۔ اور آنکھوں کے
سامنے اندھیرا سا آ گیا میں نے میز پر سر رکھ دیا اس
غفلت میں یہ نظر آیا کہ والدہ صاحبہ رضیہ کے زیور
بیچ رہی ہیں وہ مچل رہی ہے یہ اسکو سمجھا رہی ہیں

کہتی ہیں کہ بیٹا تیرے بھائی پاس ہو جائینگے۔ تجھ کو یہ لا کر
دینگے رضیہ نے میری طرف غور سے دیکھا اور آنکھوں میں
آنسو بھر کر کہا "اور جو یہ پاس نہیں ہوئے تو" میرا سلسلہ
خیالات یہیں تک گیا تھا کہ کسی نے آواز دی کہ "جناب
یہ امتحان کا کمرہ ہے سونے کی جگہ نہیں ہے" میں نے
آنکھ کھول کر دیکھا تو ایک صاحب مسکراتے ہوئے میری طرف
آئے اور کہا کہ آپ امتحان دینے آئے ہیں یا سونے
آئے ہیں" میں کھڑا ہو کر کچھ جواب دینا چاہتا تھا کہ
میرے پاؤں لڑکھڑانے لگے انہوں نے دوڑ کر مجھے
سنبھالا اور چپراسی کو آواز دی کہ پانی لاؤ پانی آیا تو
مجھے پلایا اسوقت میرے حواس کچھ درست ہوئے پرچہ
کی طرف دیکھا اسکے ساتھ رضیہ کا فقرہ یاد آیا "اور جو
یہ پاس نہ ہوئے تو" اس کا یاد آنا تھا کہ گذشتہ واقعات
آنکھوں کے سامنے پھر گئے اور ساتھ ہی کمرہ بالکل تاریک
معلوم ہوا۔ اپنے کو سنبھالنا چاہتا تھا نگرانکار صاحب
برابر ٹکٹکی لگائے دیکھ رہے تھے پھر میری طرف بڑھے
اور کہا بظاہر تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ ہوشیار
بھی ہیں اور ذہین بھی۔ اور محنت بھی کی ہے لیکن آپکی
اس حالت کی کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی۔ کیا آپ
بیمار ہیں۔ میں نے کہا نہیں۔ انہوں نے کہا کہ کیا آج آپ
بھوکے تو نہیں ہیں۔ یہ لفظ سننے تھے کہ میری آنکھوں میں
آنسو بھر آئے۔ میں چپکا ہو گیا۔ انہوں نے پھر وہی سوال
کیا۔ میں نے کہا جی ہاں میں آج کھانا کھا کر نہیں آیا۔
انہوں نے کہا کیوں۔ پہلے تو میں خاموش رہا۔ جب

انہوں نے زیادہ اصرار کیا تو میں نے بہت نیچی آواز میں کہا کہ گھر میں کھانے کو کچھ نہ تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ بے اختیار ان کے منہ سے یہ الفاظ نکل گئے "کیا گھر میں کھانیکو کچھ نہ تھا" میں نے کہا جی ہاں کچھ نہ تھا۔ میں نے انکی طرف نظر اٹھائی تو انکی آنکھیں ڈبڈبائی ہوئی تھیں۔ اور چہرہ پر ایک قسم کی سرخی دوڑ گئی تھی — انہوں نے اوسیوقت چپراسی کو آواز دی کہ نیچے ہوٹل سے جاکر ایک پیالی چاء تھوڑے سے بسکٹ اور دو تین سموسے لے آؤ۔ یہ کہکر وہ نیر نشاط صاحب کے پاس گئے اور ان سے کچھ کہکر میری طرف آئے اور کہا آپ میرے ساتھ آئیے۔ پرچہ کا خیال نہ کیجئے پہلے کچھ ناشتہ کر لیجئے۔ بعد میں پرچہ بھی ہو جائیگا۔ میں نے انکار کیا وہ زبردستی مجھکو معتمد صاحب کی میز کے پاس لیگئے۔ وہاں قریب ہی ایک چھوٹی میز پر چاء وغیرہ رکھی ہوئی تھی مجھ سے کہا آپ اچھی طرح ناشتہ کر لیجئے خالی پیٹ ہے پرچہ کیا خاک سمجھ میں آئیگا۔ میں نے شکریہ ادا کیا اور چاء پینے لگا۔ انہوں نے باتوں ہی باتوں میں تمام حالات پوچھ لئے اور کہنے لگے تمہاری والدہ اور بہن کا کیا حال ہوگا میں نے عرض کیا سلائی کے آج کچھ پیسے آنے والے ہیں خدا دن گزار دیگا انہوں نے کہا اور اگر آج یہ پیسے نہ آئے تو میں نے کہا کہ ایسی حالتیں ہم غریبوں پر اکثر گزرتی ہیں۔ بہرحال چاء کی پیالی پیکر میرے اوسان درست ہوئے انہوں نے اصرار کرکے دو چار بسکٹ بھی کھلائے اور کہا اب آپ اپنی جگہ پر بیٹھیے مگر گھبرائیے نہیں۔ پرچہ آسان ہے پرچہ غور سے پڑھیے گذشتہ اور آئندہ واقعات کو دل میں نہ لائیے۔ اب انشاء اللہ آپ کامیاب ہونگے اور ضرور کامیاب ہونگے۔ پرچہ کے بعد دوپہر کا کھانا میرے ساتھ کھائیے میں یہ بھی دیکھ لونگا کہ آپنے پرچہ کیسا لکھا میں اپنی جگہ پر آکر بیٹھا پرچہ دیکھا تو واقعی آسان تھا میرے محسن تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد میرے پاس آتے اور کہتے آپ گھبرائیے نہیں خدا مسبب الاسباب ہے کوئی نہ کوئی صورت آپکی بہتری کی نکال دیگا۔ ایک بجے مجھے اپنے ساتھ لیگئے اور معتمد صاحب کے ساتھ بیٹھکر میں نے اور انہوں نے کھانا کھایا پوچھا کہ یہ صاحب کون ہیں انہوں نے کہا کہ میرے ایک نہایت عزیز دوست کا لڑکا ہے میں کچھ بولنا چاہتا تھا مگر ان کے تیور دیکھ کر خاموش ہو گیا۔ بہرحال میں نے دوسرا پرچہ بھی بہت اچھا کر دیا اور شکر انکا ر صاحب سے ملکر اپنے گھر کو روانہ ہوا گھر پہنچا تو دیکھا کہ والدہ صاحبہ جانماز پر بیٹھی ہیں رضیہ انکے برابر بیٹھی ہے۔ وہ دعائیں مانگ رہی ہیں اور رضیہ آمین کہہ رہی ہے۔ پہلے تو انہوں نے میری نیک ہدایت اور کامیابی کی دعا مانگی اس کے بعد جو دعا مانگی اس سے مجھے حیرت ہو گئی فرمانے لگیں یا خدا یا اللہ العالمین۔ جس نے اس مصیبت میں خبر گیری کی تو ہر مصیبت سے اسکو بچائیو۔ رضیہ نے کہا آمین یا میرے پروردگار جس نے میرے بچوں کا دکھہ درد سمجھا تو اسکو ہر دکھہ درد سے محفوظ رکھیو یا باری تعالیٰ جس نے ان دکھیاروں کی اس بیکسی میں مدد کی تو ہر حال میں اسکی مدد کیجیو یا الٰہ العالمین اپنے حبیب پاک کے صدقہ سے اسکو ہر آفت سے بچا اسکی بیوی اور بچوں کو خوش و خرم رکھہ اور جسطرح اس نے ہم غریبوں کے ساتھ سلوک کیا

اسکے ساتھ سلوک کر رضیہ برابر آمین کہتی جاتی تھی جب والدہ صاحبہ
دعا سے فارغ ہوئیں تو انہوں نے پیٹھ پھیری۔ مجھے کھڑا پایا تو فرمانے لگیں
کہو بیٹا پرچے کیسے کرکے آئے میں نے کہا کہ بہت اچھے لیکن اگر ایک
صاحب میری وقت پر مدد نہ کرتے تو خدا جانے کیسی گزرتی انہوں
نے واقعات پوچھے۔ میں نے بےکم و کاست بیان کردیئے وہ یہ
سنتے ہی سجدہ میں گر پڑیں اور بڑی دیر تک رو رو کر چپکے
ہی چپکے کچھ دعائیں مانگتی رہیں سجدہ سے سر اٹھا کر انہوں نے جانماز کے
نیچے سے ایک خط نکالا اور کہنے لگیں ہو نہ ہو یہ بھی وہی
فرشتۂ رحمت ہے میں نے خط دیکھا۔ لکھا تھا جناب
ہمشیرہ صاحبہ تسلیم افسوس ہے آجکل ہم لوگ ہماہمی
میں کچھ ایسے گرفتار ہوگئے ہیں کہ اپنے غریب اور شریف
بھائی بہنوں کی خبر رکھنا اور لینا بے ضرورت سمجھتے ہیں
میں نہیں سمجھ سکتا کہ آپ لوگوں کے حالات معلوم کرنیکے
بعد اگر اپنے مقدور کے موافق آپکی مدد نہ کروں تو
باری تعالی کو میں کیا جواب دیسکونگا یہ معلوم کرنے کے بعد
کہ رضیہ سلمہا کے زیور کسطرح اور کیوں گروی پڑا ہے
اگر میرے بال بچے زیور پہنیں۔ تو کس منہ سے میں
اس غریب نواز حضرت رسالتمآب کے سامنے جاؤنگا
جو کچھ اسوقت مجھ سے ہوسکا وہ گذرانتا ہوں قرض حسنہ
سمجھکر قبول فرمائیے۔ ماشاء اللہ آپکا بچہ بڑا ہوشیار ہے
انشاء اللہ وہ ادا کردیگا اور اگر نہ ادا ہوا تو میں اسے
معاف کرتا ہوں لیکن آپ خدا کیلئے رضیہ کا دل نہ توڑئے
اس کا زیور رہنے دیجئے۔ کیونکہ جبتک میں یہ نہ سنونگا کہ
اس کا زیور اسکو مل گیا مجھے چین نہ آئیگا۔ دعا کیجئے کہ حق تعالے
مجھکو اپنے غریب بھائی بہنوں کے مدد کی توفیق عنایت
فرمائیے۔

خط کے ساتھ سو روپیے کے نوٹ تھے اماں فرمانے
لگیں کہ آج تین بجے کے قریب ایک چپراسی آیا یہ خط دیکر
اور یہ کہکر چلا گیا کہ بیگم صاحبہ کا یہ خط ہے ابھی کھول کر
اسکو پڑھ لیں۔ مضمون اسے تو سمجھ میں آتا تھا کہ میرے
نام کا ہے۔ لیکن یہ سمجھ میں کسی طرح نہیں آتا تھا کہ یہ کون
اللہ کا نیک بندہ ہے۔ چلو تمہارے بتانے سے یہ بھی
معلوم ہوگیا۔ میں نے کہا اماں اسطرح روپیہ لینا ٹھیک
نہیں بہتر ہوگا کہ کل میں لیجا کر واپس کردوں۔ والدہ
صاحبہ نے کہا کہ نہیں بیٹا ہرگز نہیں۔ اسطرح روپے واپس
کرنے سے انکی توہین ہوگی تم انکا شکریہ ادا کردو اور کہدو
کہ بھائی یہ تمہارا قرضہ ہے۔ خدا تمہیں اسکی جزائے خیر
دے تم نے ہم بے وارثوں کا وقت پر ہاتھ پکڑا ہم اور
ہماری اولاد ہمیشہ تمہارے اس احسان سے کبھی سبکدوش
نہ ہونگے اور ان سے یہ بھی کہدینا کہ بھائی ہم کیا اور ہماری
دعا کیا لیکن اس دکھیاری دل سے مرتے دم تک جو دعا
نکلیگی وہ تمہاری اور تمہارے بال بچوں ہی کے لئے
نکلیگی میں خاموش ہوگیا۔ پھر فرمانے لگیں بیٹا جا چینی لال
کو روپے دیکر رضیہ کا زیور لے آ۔ اس معصوم کے دل سے
خوش ہوکر جو دعا نکلیگی تو انشاء اللہ ہمارے محسن کا
دین و دنیا دونوں میں بھلا ہوگا میں چینی لال سے دونو
چیزیں چھڑا کر لایا والدہ صاحبہ نے رضیہ کو پہنایا وہ
ایسی خوش ہوئی کہ کیا بیان کروں کہنے لگی کیا بھائی جان

پاس ہوگئے" اماں نے کہا انشاءاللہ اب پاس ہو جاؤ گے
بیٹا تم دعا مانگو کہ جس نے تمہیں یہ چیزیں پھر واپس دلوائیں
خدا اسکو دونوں جہان میں جزائے خیر دے غرض اماں کہتی جاتی
تھیں اور رضیہ دعائیں مانگتی جاتی تھی۔ اس عرصہ میں
مغرب کا وقت ہوگیا۔ نماز پڑھنے کے بعد جب میں نے
دعا کیلئے ہاتھ اٹھائے تو دن کے تمام واقعات یاد آگئے
میری آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔ زبان یاری نہ دیتی
تھی اماں نے جو میری حالت دیکھی تو فرمانے لگیں ہاں بیٹا
یہی دعا کا وقت ہے اپنے اور میرے لئے کچھ نہیں اپنے
محسن کیلئے دعا کر خدا قبول کریگا بہرحال نماز سے فارغ
ہو کر میں کتاب دیکھنے لگا اور کوئی بارہ بجے سو گیا۔ صبح
اٹھکر پھر امتحان کے لئے گیا دروازہ ہی پر نگراں کار صاحب
ملے۔ میں ان سے کچھ کہنا چاہتا تھا کہ انہوں نے مجھے روک دیا
اور کہا۔ میاں صاحبزادہ اب میں تمہارا مہاجن ہوں تمکو جب
ضرورت ہو۔ مجھ سے بے تکلف لیجانا۔ مگر یاد رکھنا کہ تم سے
یہ رقم مارواڑیوں سے زیادہ سختی سے وصول کرونگا
کھانے کے وقت وہ پھر مجھے اپنے ساتھ لیگئے اور
ساتھ ہی کھانا کھلایا میں نے جو کچھ والدہ صاحبہ نے کہا تھا
ان سے عرض کیا کہنے لگے " میاں اس ماں کی قدر کرو
جو مصیبتیں اٹھا اٹھا کر تمکو پال رہی ہیں۔ ایسا نہ کرنا کہ
آیندہ یہ تمام واقعات بھول جاؤ اور بیوی کے سامنے
ماں کو کونہ میں بٹھا دو" غرض اسی طرح وہ مجھے نصیحتیں
کرتے رہے۔ آج کے پرچے بھی میں نے بہت اچھے کئے اور
خدا خدا کر کے امتحان ختم ہوا۔ اب نتیجہ کے انتظار میں ایک

ایک دن کاٹنا مشکل ہوگیا۔ آخر ایک دن معلوم ہوا کہ ہفتہ کے
دو بجے نتیجہ شایع ہوگا میں بھی بحالت امید و بیم پہنچا
دیکھا کہ نوٹس بورڈ پر نتیجہ لگا ہوا ہے اور سینکڑوں امیدوار
اسپر ٹوٹے پڑتے تھے میں نے بھی گھس گھسا کر نتیجہ دیکھنا
شروع کیا۔ لیکن میرے نام کا نمبر نہیں۔ کئی دفعہ دیکھا لیکن
نام کا پتہ نہ چلا آخر مایوسی کی حالت میں سر پکڑ کر بیٹھ گیا
اتنے میں کسی نے میری پیٹھ پر ہاتھ رکھا پھر کر دیکھوں تو
وہی میرا فرشتۂ رحمت۔ ہنس کر کہنے لگے "کہو پاس ہوگئے"
میں نے کہا نہیں" انہوں نے خود نوٹس بورڈ جا کر دیکھا اور
میرے پاس آکر کہنے لگے۔ ارے میاں تمہارا نام تو سب سے
اول تھا کسی دل جلے نے اوپر کا حصہ پھاڑ دیا ہے مجھے یقین
نہ آیا۔ میرا ہاتھ پکڑ کر معتمد صاحب کے پاس لیگئے اور اصل
رجسٹر میرے سامنے رکھدیا کہ دیکھ لو۔ اور اطمینان کر لو۔
مگر میاں ہم مٹھائی ضرور کھائینگے۔ یہ نہ ہو کہ پاس ہونیکے
بعد ہمکو روکھا ہی ٹال دو معتمد صاحب نے بھی مبارکباد دی
اور میرے پرچوں کی بہت تعریف کرتے رہے خیر میں خوشی
خوشی گھر پہنچا والدہ صاحبہ سے جا کر کہا۔ وہ بڑی دیر تک
مجھے گلے سے لگا کر روتی رہیں کہ اتنے میں معلوم ہوا کہ ایک
زنانہ گاڑی دروازہ پر کھڑی ہے باہر جا کر پوچھا تو
میرے محسن کی بیوی میری والدہ کو مبارکباد دینے آئی ہیں
خیر انکو اترواکر میں تو باہر چلا گیا دو ایک گھنٹے کے بعد واپس
آیا تو معلوم ہوا وہ تشریف لیگئیں اور میری والدہ سے
کہہ گئیں کہ کل اتمی اور آپکے صاحبزادہ اور صاحبزادی کی
میرے ہاں دعوت ہے گاڑی آئے گی آپ ضرور آئیے۔

دوسرے روز سہ پہر کو گاڑی آئی اور ہم لوگ گاڑی میں بیٹھکر وہاں پہنچے۔ جاکر دیکھتا ہوں کہ بیسوں گاڑیاں اور موٹریں دروازہ پر کھڑی ہیں اور ایک بڑے ایٹ ہوم کا انتظام ہے شہر کے اکثر عہدہ دار اور بڑے بڑے وکیل جمع ہیں میرے محسن نے میرا تعارف سب سے کرایا ہر ایک سے یہی کہتے تھے کہ میرے ایک مرحوم عزیز دوست کا یہ لڑکا ہے تھوڑی دیر باتیں ہونیکے بعد سب لوگ میز پر گئے اور ہنسی خوشی وقت گزر گیا کھانا ختم ہونیکے بعد میرے محسن نے کہا "صاحبو! ایٹ ہوم میں کسی اسپیچ دینے کا دستور نہیں ہے لیکن خاص حالات کی وجہ سے میں اس طریقہ کے خلاف کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ دعوت کے کارڈ گو میری طرف سے تقسیم ہوئے ہیں لیکن اصل داعی اس دعوت کے (میری طرف اشارہ کرکے) یہ ہیں انہوں نے صرف اس خیال سے کہ آپ صاحبوں سے انکی پہلے ملاقات نہ تھی یہ ذمہ داری میرے سر رکھی اور میں نے اس خیال سے اسکو قبول کیا کہ اس طرح آپ لوگوں سے میں انکا تعارف کراسکونگا۔ یہ آپ صاحبونکو معلوم ہے کہ اس سال کے امتحان وکالت میں یہ سب سے اول رہے ہیں۔ اور اس بات کا میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ یہ نہایت شریف محنتی ایماندار اور سمجھدار بچہ ہے اور مجھے یقین کامل ہے کہ ابتداء وکالت میں اگر میرے عزیز دوستوں میں سے کسی نے انکو اپنے ساتھ لیلیا اور آپ صاحبوں نے انکی بہبودی اور جائز رعایت کا خیال پیش نظر رکھا تو یہ ایک ہوشیار اور کامیاب وکیل ثابت ہونگے کیا میرے عزیز دوستوں میں سے کوئی میری اس استدعا کو قبول فرمائینگے"۔ اس اسپیچ کے ختم ہوتے ہی شہر کے سب سے ممتاز وکیل یعنی مولوی اصغر خانصاحب اٹھے اور کہا کہ "میرے عزیز و فیاض دوست .... نے میرے نوجوان دوست کے تمام واقعات مجھ سے بیان کردیئے ہیں میں اپنے اس نوجوان دوست کی مدد کرنا اپنے لئے باعث فخر سمجھتا ہوں اور نہایت خوشی سے اپنے ساتھ وکالت میں شریک کرتا ہوں لیکن اس کے ساتھ میں ان سے یہ ضرور خواہش کرونگا کہ یہ اپنے تمام واقعات بے کم و کاست چھپوادیں تاکہ ہم لوگوں کو جو روپے کو بے دریغ لٹارہے ہیں یہ معلوم ہوجائے کہ ہمارے اکثر بھائی بہن کس مصیبت میں ہیں اور کسطرح غربت بسا اوقات ہمارے جواہر پاروں کو خاک میں ملادیتی ہے اور کسطرح ہم لوگ اپنے ہمدردی کے فرض کو بھول کر روپے کو بے عمل و عشق واہیات اور خرافات میں تباہ کررہے ہیں"۔ اس کے بعد میں نے کھڑے ہوکر بہت مختصر الفاظ میں وکیل صاحب کا شکریہ ادا کیا اور اپنے واقعات کو طبع کرانیکا وعدہ کیا اور اپنے محسن کے متعلق کچھ کہنا چاہتا تھا کہ میری آنکھوں میں آنسو بھر آئے میرا گلا بند ہوگیا اور میں ایک حرف نہ بول سکا یہ دیکھکر وہ خود اٹھے مجھے گلے سے لگایا اور کہا میاں صاحبزادہ میری تعریف کرنیکی ضرورت نہیں۔ اگر مجھے معلوم ہوا کہ تم نے کبھی اپنے کسی بھائی کی بروقت مدد کی تو میں سمجھ لونگا کہ احسان کا بدلہ احسان سے ہوگیا۔ جاؤ اب محنت کرو۔ عدالت کا ادب کرو اپنے ہم پیشہ بھائیوں سے مل جل کر کام کرو اپنے موکلین کی دلجوئی کرو۔ سچ پر قائم رہو۔ خدا تمکو کامیاب کریگا

اسی دعوت میں جو وعدہ میں نے کیا تھا اسکی تعمیل میں میں نے یہ اپنے حالات لکھے ہیں خدا کرے انکے پڑھنے سے دوسرے سبق حاصل کریں اور ہم لوگوں میں وہ اسپرٹ پیدا ہو جائے جسکی ضرورت ہمیں کوٹ کوٹ کر بھری گئی ہے۔
خدا کا شکر ہے کہ میری وکالت بہت اچھی چل رہی ہے. مگر آپ کو بارہا کہتا ہوں کہ جب امتحان کا خیال آتا ہے تو میرا دل لرز جاتا ہے

(مرزا الم نشرح)

دور گزشتہ کی یاد

تغیر ہائے دنیا دیکھتا ہوں
تماشہ پر تماشہ دیکھتا ہوں

سلوک جا و بیجا دیکھتا ہوں
تحیر خیز نقشہ دیکھتا ہوں

ابھی الفت ابھی یک لخت نفرت
ابھی کیا تھا ابھی کیا دیکھتا ہوں

کبھی غفلت کبھی عذرات غفلت
مکرر حیرت ذرہ سا دیکھتا ہوں

انہیں آنکھوں نے لاکھوں لطف دیکھے
انہیں آنکھوں سے تڑکا دیکھتا ہوں

وہ منظر جن سے آنکھوں کو ضیا تھی
ستم ہے انکو دھندلا دیکھتا ہوں

وہ مشعل جسکی طلعت دلکشا تھی
غضب ہے اسکو بجھا دیکھتا ہوں

جن امیدوں کی دلچسپ ابتدا تھی
اب انکو کلفت افزا دیکھتا ہوں

جن اسانوں کی راحت جانفزا تھی
اب انکو روح فرسا دیکھتا ہوں

وہ دل جسمیں تمنا کی خوشی تھی
اسے صرف تمنا دیکھتا ہوں

وہ خوشیاں جن سے شکل زندگی تھی
انہیں دنیا سے عنقا دیکھتا ہوں

وہ چشم لطف جس کا آسرا تھا
اب اک دھوکا ہی دھوکا دیکھتا ہوں

وہ عرض شوق جس کا حوصلہ تھا
اب اک سودا ہی سودا دیکھتا ہوں

کمال عالم بیچارگی ہے
ستمہائے تمنا دیکھتا ہوں

کہاں تو اور کہاں فکر تلافی
کسے تکلیف فرما دیکھتا ہوں

مروت رسم دنیا ہے تو باشد
تمہیں اس سے معرا دیکھتا ہوں

وفا کر وعدۂ فردا وفا کر
خبر ہے کب سے رستہ دیکھتا ہوں

بس آزاد اب سکوں باقی نہ وہ جوش
وہ مدوجزر دریا دیکھتا ہوں

(آزاد سہارنپوری)

للموا دیوا اور برجو

دلین گڑہ کے عقاب نظر للموئے دیونے دور سے بھانپا کہ تعلق آباد دلی سے ایرانی، تورانی، مغلانیوں ہندی مرہٹی، دامانیوں دراوڑی چھوچھوؤں کے جھرمٹ میں برج کی ارا جکماری بلند بخت شہزادی گگرکے اگر ریکھی چکیسے خزیدی، تورس پڑے کے سب رس لیتی گولکنڈہ کے ہیرے چنتی۔ میسور کا سونا سمیٹتی، دکن کے جواہر رولتی پھرتی ہے، حضرت امیر خسرو کی منہ چڑھی چھیتی خواجہ بندہ نواز گیسو دراز سے فیضان پاتی، بہمنی دربار رونق، بہمن نامہ میں تاریخ کی جان، میرانجی شمس العشاق نے تصوف کے سبق لیتی، محمد علی قطب شاہ اور اس کے جانشینوں کے چھیتے بنتی، احمد نگریوں میں نظام دیتی، عادل شاہیوں کو موہتی پھرتی تھی۔ عالمگیر دلبا دل دیکھ گھر کی تہزل اٹھی، بہادر شاہ کے ساتھ شاہ جہاں آباد کی سیر کو آئی، جگہ بھائی رہنے لگی۔ بہ ہوش نادری ہوتے سے تورانی بیہوش ہوئے رہی ایرانی اس نے پرورش تربیت میں کسر نہ اٹھا رکھی، مذاق میں بڑھی چڑھی ہوئی، ہندی آنتوں مارے حسد کے انگاروں پہ لوٹنے لگی۔ کوئی اور بہانہ ہاتھ نہ لگا چھوت کو سامنے لائی مرہٹی مانی کس شمار قطار میں ودچا ئیل پیاؤں اپنے الگ کرتی رہی۔ فیض آباد لکھنؤ کی پوربی مہریاں اپنے گلہرے لے آن جمیں۔ اس افراتفری کے زمانہ میں للموئے دیونے دیکھا کہ موقع اچھا ہے ایرانی مغلانی خوب حاوی ہے اسکو پار لگایا جائے تو پھر یہ لشکر والی لداخ سے لنکا، اور بلوچستان سے برما تک نہ چھا سکیگی سر سیلاؤں بھیجا کھاؤں تمہاری مکاری تیرا آسرا فرنگی عشوے دکھا سرکاری متوسلین کو کھلا پلا۔ ملانا شروع کیا، سری للوجی لعل کوی، گجراتی پنڈت اور کاظم علی جوان سے سنگاسن کی پتلیاں بلوائیں میر امن کے ساتھ باغ بہار کی سیر کرائیں کاظم علی جوان سے بیتال پچیسی کے بیر بٹھوائے مہر چند مہر لاہوری سے نوآئین ہندی ہو لکے لبھایا۔ سی رام پور کے پادریوں سے لستیمہ کی تیاریاں کرائیں، لیکن یہ چتر برج کماری گھاٹ گھاٹ کا پانی پئے لال حویلی کی آنکھیں دیکھے ایسی بھشتل پھسنڈیوں کو کیا خاطر میں لاتی۔ فرنگی لہار خلا ہے جو لائے توشہ خانوں، کارخانوں میں داخل کیا، ہندوستاں کی ہوا ایسی موافق آئی او پیروں کی دعاولیوں کا سایہ ایسا ایک بریک ہوا اور اتنا تنزول ہوا کہ کوئی بڑھے برسوں میں یہ مہینوں میں اور کوئی بڑھے مہینوں میں یہ گھڑیوں میں پروان چڑھنے لگی للوا دیو کھولنے لگا، نیلے پیلے دیدے کرتا ہی کے درپے ہوا جسے اللہ رکھے اسے کون چکھے۔ اخر کم کرانے میں ویتا کے جتن کر ڈالے سارے آریہ ورت میں مہرم بھشت ہوئی اچھوت مشہور کیا۔ ٹھنگے کو گرڈوں کی سڑاند میں گھسنے سے رہی اپنی قدیم آماجگاہ

میں آن براجی۔ آصف جاہیوں کی حمایت چاہی کوئی بھولے تو بھولے ہی نہیں ہاتھوں چھاؤں لیا، دکھنی حلق تو مشہور ہے کسی کی چتون پر بل آنکھ میں میل نہ آیا ہر طرح خاطرداری کو ملحوظ رکھا، پنجابیوں کا بھی دل میلا نہیں نہ کیا، "کھدادی کدرت" وہاں بھی دیکھنے گئی اقبالمند اقبال نے اپنے ترانوں سے لبھایا، صلہ میں شہرت عام کا خلعت خاص اور بقائے دوام جاگیر پایا۔ فقط۔

آغا حیدر حسن (عینک) دہلوی

شیریں محبت

جسوقت برسات کی اودی اودی مستانہ گھٹائیں جھومتی ہوئی آتی ہیں...... جب محبت کا مارا ہوا پپیہا آم کے باغوں میں چہچہاتا ہے........ جب فرقت نصیب کوئل بیتابانہ کوکتی ہے.......... اور جب گھنے جنگلوں میں مور ناچنے لگتے ہیں..........

اسوقت مجھے محسوس ہوتا ہے کہ محبت کسقدر شیریں ہے

جب آسمان سے پانی کا ایک قطرہ بھی نہیں ٹپکتا......... جب قحط سالی میں زمین کے منہ پر خون کی ایک چھینٹ بھی نہیں رہتی......... جب کسان کھیت کے کنارے بیٹھکر روتا ہے اور دریا ذروں کی چادر اوڑھکر سو جاتے ہیں.........

اسوقت مجھے محسوس ہوتا ہے کہ محبت کسقدر شیریں ہے

جب بہار کے پھولوں میں بسی ہوئی چاندنی سبزہ زاروں میں کھیت کرتی ہے....... جب بیلے کی کلیاں شب ماہتاب میں دریا کے کنارے چٹکتی ہیں.......... اور جب پچھلے پہر کی خنکی میں سونے والیوں کے رخسار تکیوں پر خشک ہو جاتے ہیں............

اسوقت مجھے محسوس ہوتا ہے کہ محبت کسقدر شیریں ہے

جب گرمی کا بھرا ہوا آفتاب سروں کو پگھلا دیتا ہے..... جب لو کے تھپیڑے مسامات میں انگارے روشن کر دیتے ہیں..... جب کائنات کی تری اور نرمی اڑ کر اسے خشک ہڈی کی طرح کرخت بنا دیتی ہے.......

اسوقت بھی مجھے یہ محسوس ہوتا ہے کہ محبت کسقدر شیریں ہے۔

(جوش ملیح آبادی)

انجمن زندہ دلانِ ہند

اس سرخی کے تحت ماہ ستمبر سنہ رواں کے "ہمالوں" میں محمد ظریف صاحب نے کچھ مقاصد اور قواعد شایع فرمائے ہیں۔ اور خاتمہ پر حسب ذیل التماس کیا ہے
"ناظرین ہمالوں سے درخواست کی جاتی ہے کہ وہ انجمن کے پہلے سالانہ اجلاس کی کارروائی مثلاً تقریر صدارت، تجاویز منظور شدہ وغیرہ کا مختصر حال جلد لکھکر ایڈیٹر کو ارسال کریں"

یہ ماننا پڑتا ہے کہ محمد ظریف صاحب ہیں باہم باہمی اور اونکی پر ظرافت نظر نے ہماری سماجی روز مرہ کی خطرناک بیماری کی صحیح صحیح تشخیص کی ہے علاج کا جو اصول قرار دیا ہے وہ بھی ہماری نظر میں درست ہے۔ البتہ جو نسخہ تجویز کیا گیا ہے اس کے متعلق محمد ظریف صاحب معاف فرمائیں ہمیں اختلاف ہے جو نظر فطرت کی جانب سے ظریف صاحب میں ودیعت کی گئی ہے وہ واقعی ظریفانہ ہے لیکن ابھی منجی نہیں ہے اور ذرا نفسیاتی گہرائیوں میں ڈوبتے ہوئے گھبراتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مقاصد اور قواعد میں نفسیاتی تضاد اور منطقی مغالطے پائے جاتے ہیں فی الحال صرف ایک مثال اس مطلب کو بخوبی روشن کر دیگی۔

مقصد نمبر ۹ یہ ہے۔

"انگریزوں کو مجبور کرنا کہ وہ صرف آپس ہی میں نہیں بلکہ ہمارے ساتھ بھی حاکمانہ تمکنت کو چھوڑ کر انسانوں کی سی بے تکلفی کا برتاؤ کریں"

اس مقصد کو جیسا کہ اس فقرہ میں مذکور ہے بھائی جان میاں محمد ظریف بھی بغیر مجبور کئے حاصل نہ فرما سکینگے۔ مشکل صرف اتنی آن پڑی ہے کہ انگریز کسی زن مرید نکھٹو دولہا کی طرح تو ہیں نہیں کہ ان کو موم کی ناک کی طرح جدھر چاہا موڑ دیا۔ نہ انگریزوں کے بلحاظ حاکم محمد ظریف صاحب سے بہ حیثیت محکوم وہ تعلقات ہیں جو عاشق و معشوق میں ہوتے ہیں کہ معشوق اپنے مخصوص ناز و انداز کے ہتھیاروں کے بل پر عاشق کو کم از کم مساوات پر اتر آنے کو مجبور کردے جیسا کہ مصر کی مشہور ملکہ کلیوپیٹرا جولیس سیزر اور مارک انٹونی کے ساتھ تاریخ میں کر چکی ہے انگریزوں کو بے تکلفی کے برتاؤ پر اسی طرح مجبور کیا جا سکتا ہے کہ ہمارے زندہ دل بھائی جان، پہلے انگریزوں کی سی قوت اور اقتدار حاصل کریں اور سیاسی میدان میں ہشت مشت یا اٹوائی کھٹوائی کے داؤ پیچ سے ان کو نیچا دکھا دیں اگر اس اصول کو ہمارے ظریف بھائی جان تسلیم فرمالیں تو ہندوستانی زندہ دلی کے اولاً یہ معنے قرار پائینگے کہ وہ ہندوستانی اسپرٹ جو اس بات پر تل گیا ہے کہ سیاسی حیثیت سے آزادی حاصل کرے یعنے یہ کہ اپنے ملک اپنے ہندوستان پر اپنا اقتدار بلا شرکت غیرے قایم کرے اس بات کا حاصل کرنا اس لئے اولین شرط ہے کہ بغیر اس بات کے

ہاتھ لگے یہ ممکن ہی نہیں کہ ہندوستان میں وہ ماحول پیدا ہوسکے جس میں ہمارے ظرافت کی دیوی کے فرزند میاں محمد ظریف اور ان کے ساتھی بھائی بان خوش رہنے کی اصول پر کاربند ہوسکیں۔ بہ حالات موجودہ مثلاً مسلمان بھائی جانوں کو لیجئے۔ ان بیچاروں کو "خوش رہو" کے کلمہ کو جپنے سے کیا خاک مسرت حاصل ہوگی۔ جبکہ ان کی آنتیں اندر سے قل ہو اللہ کا ورد کررہی ہوں۔ اے پی کیوری اصول زندگی مفلسوں اور محکوموں کے لئے نہیں ہے۔

اور جو کچھ صغرا اور کبرا ہم نے قایم کئے ہیں ان کی صداقت کو بھی اگر ظریف بھائی جان مان لیں تو پھر نتیجہ یہ نکلے گا کہ انجمن زندہ دلان ہند کو سب سے پہلے اس مقصد کے ساتھ ایک سیاسی انجمن بنجانا چاہئے تاکہ انگریزوں کو بھی مجبور کیا جائے کہ وہ ہمارے بھائی جان بنجائیں۔

اچھا اب قارئین کرام ہندوستان پر اس سیاسی پہلو سے نظر ڈالیں۔ اور آجکل ہمارے قارئین ہوشمند میں سے کون ایسا ہے جو سیاسیات میں برک اور گلاڈاسٹن کے کان نہ کترتا ہو۔ ہاں نظر ڈالیں تو یہ نظر آئیگا کہ ہندوستان میں ہمارے ظریف بھائی سے کہیں زیادہ زندہ دل لوگوں نے ایک انجمن بنام "دی انڈین نیشنل کانگریس" شاید ظریف بھائی جان کی پیدائش کے قبل سے قایم کررکھی ہے جس کا پہلا مقصد یہی ہے کہ انگریزوں کے بڑے دماغوں میں سے حاکمانہ متانت، کا خبط دور کیا جائے۔ اور جیسا کہ ہم نے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ یہی وہ اولین کام ہے جو ہندوستانی زندہ دلوں کی کسی انجمن کو سب سے پہلے انجام دینا چاہئے اس کے بعد حکومت اور اقتدار کے زرین دروازے کھل جائینگے۔ اور پھر خوش رہنے کے سبز باغ ہندوستانی انسانوں اور بھائی جانوں، دونوں کے لئے سامنے ہونگے

ہمارا قیاس کہتا ہے کہ ہمارے مگن ظریف بھائی جان اب تک سویا کئے اور اپنے خواب خرگوش میں خوش رہنے کے خواب دیکھا کئے حسن اتفاق کہ حال کے کسی خواب میں یہ انجمن کی تجویز سوجھ گئی اور اب سالہا سال کی کانگریس کی کارگزاری کے بعد جو جاگے تو یہ سمجھے کہ ہندوستانی دنیا کے سامنے انوکھی اور ظریفانہ تحریک پیش فرمارہے ہیں حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ غالباً ظریف بھائی جان کی سنہ ولادت سے پہلے بعض اون سے زیادہ زندہ دل جناب نے زندہ دلان ہند کی انجمن قایم کی اور وہ انجمن صحیح راستہ پر اب تک گام زن ہے۔

ہمیں افسوس ہے کہ ظریف بھائی جان کو اس طرح ہم خراشے چونکا رہے ہیں مگر بات یہ ہے کہ ایک ہی مقصد کے لئے ڈیڑھ اینٹ کی مختلف انجمنیں کسی طرح سودمند نہیں ہوسکتی۔ بلکہ اس طرح بھارت ماتا کے سپوتوں کی توانائی منتشر اور بیجا صرف ہوتی ہے مسلمان بھائی جانوں نے مسلم لیگ والی ڈیڑھ اینٹ سے ہی انڈین نیشنل کانگریس کا دھڑ توڑا تو نہیں ادھموا سا

صرف کر دیا بعد میں ہندو مہا سبھا کی درخواست لیکر
ہندو بھائی جان اس آدھ موئے دھڑ کو نفاست کیساتھ
توڑ رہے ہیں اب اگر ہمارے ظریف بھائی جان بھی
زندہ دلی کی ترنگ میں ایک ہندوستان چھائی انجمن کا
سنگ بنیاد رکھیں تو غضب ہی ہو جائیگا۔

اگر ہمارے ظریف بھائی جان اس مغالطوں سے
پاک کرنے والی منطق کو تسلیم فرمالیں اور ہٹ دھرمی
کو ہمالیہ کے پچھواڑے پھینک دیں کیونکہ ہٹ دھرمی
ہماری مادر وطن کا مرض کہنہ ہے تو پھر انکو اس انجمن
کی سرے سے ضرورت ہی محسوس نہ ہوگی کیونکہ خدا رکھے
ہماری ان ڈین نیشنل کانگریس کو ایک ہی بنائی
زندہ دلوں کی انجمن موجود ہی ہے جس کے دہلی والے
پنڈال میں ہمارے کان

جے جے ہر ہر ہندوستان
اللہ اکبر ہندوستان

کسی کنیا پاٹ شالا کی موہنی پتریوں کے منہ سے
سن چکے ہیں۔ ظریف بھائی جان کو اس کی بھی ضرورت
نہیں رہے گی کہ قارئین ہمایون سے التماس کریں اور
بیچارے قارئین ہمایوں اپنے ننھے ننھے دماغوں پر
بار ڈالکر ایک خیالی انجمن کے خیالی صدر نشین کی خیالی
تقریر صدارت اور خیالی تجاویز منظور شدہ وغیرہ لکھنے
کا دکھ سہولیں اپنے آپکو مخزش رکھنے کے عظیم کام سے
ہاتھ اٹھائیں تاکہ ظریف بھائی جان کی خیالی ضیافت
طبع ہو جائے۔

ہم ابھی ظاہر کر آئے ہیں کہ ان ڈین نیشنل کانگریس
اصلی معنوں میں یعنے ظریف بھائی جان کے مقصد نمبر ۹
کے مطابق انجمن زندہ دلان ہند ہے ہر سال ہندوستان
کے زندہ دل بھائی اپنے میں سے جس کو بہترین دماغ
سمجھتے ہیں اس کو اس انجمن کا صدر بناتے ہیں یہ محترم
اور منتخب دماغ عموماً پشاور سے راس کماری تک لمبا
چوڑا اڈریس ہر سال تحریر فرماتے ہیں اسکو چھپواتے
ہیں اور کانگریس کے پنڈال میں گھنٹوں اس طرح
پڑھتے ہیں کہ زندہ دل کھانے پینے کانگریس کے پنڈال
کے ارد گرد سیر گشت کرنے چلے جاتے ہیں تو بھی یہ میاں
کہ چبوترے پر کھڑے پڑھے اور ہونٹ اور گلا خشک
کئے جاتے ہیں علاوہ اڈریس کے زندہ دلونکی سبجکٹ
کمیٹی تجاویز تیار کرتی ہے اور ان پر بڑی بڑی مغز پاشی
کرتی ہے ان تجاویز پر پچھلے سندوں پنڈال میں زندہ
دلان ہند کے قابل احترام نمائندے برج بال کی
بولیوں میں تقریریں فرماتے ہیں تو اب میرے ظریف
بھائی جان ایسے تقریر صدارت اور ایسے تجاویز منظور
شدہ وغیرہ کے مقابلہ میں ناظرین ہمایوں کی دماغی
کوشش آفتاب کے مقابل دیوالی کے دیوں سے زیادہ
قابل وقعت نہ ہوگی۔ اور اس عظیم الشان جیتی جاگتی
صحیح راہ نجات پر جادہ پیما انجمن زندہ دلان ہند
کے ہوتے آپ کی انجمن کیا خاک چلیگی۔ پھر لطف یہ کہ
ظریف بھائی جان ناظرین ہمایون سے اڈریس
لکھوانا اور تجاویز منظور شدہ وغیرہ مفت

گھڑوانی چاہتے ہیں۔ کانگریس کے خزانہ میں زندہ دل بیدار دماغ ہندوستانی بھائی دل کھول کر دے دیتے ہیں۔ وہاں ان چیزوں کا رقمی معاوضہ فیاضی کیسا ملتا ہے اور غیر رقمی معاوضہ کیا مال ہے؟ کانگریس کے زندہ دلوں سے اگر انگریز بالکل انسانوں کی سی بے تکلفی کا برتاؤ نہ کریں تو بھی اتنی بات ضرور حاصل ہوگئی ہے کہ ان کے ساتھ انگریزوں کی وہ اگلی سی حاکمانہ متانت نہیں رہی ہے۔

ان براہین روشن اور دلایل قطعی کے بعد ہم ظریف بھائی جان کو یہی مشورہ دیتے ہیں کہ وہ خاموشی سے رہتے اور کانگریس کو اپنی بتی بتائی انجمن سمجھنے کی بجائے ایک علیحدہ ڈیڑھ اینٹ کی مسجد بنانے کی جسمانی و ذہنی اخلاقی اور روحانی اذیت میں اپنے گنوارے دماغ کو کیوں ڈالیں اور ما ناکہ ان کا نام ظریف ہے اپنے آپ کو ہنسی کے تیروں کا ہدف کیوں بنائیں۔ یہ ایک نہایت قیمتی مشورہ ہے تاہم ہم اس کی فیس میں اپنے خوش باش ظریف بھائی جان کو شکریہ کی بھی زحمت نہیں دینی چاہتے۔

"زندہ دل"

(بقیہ صفحہ ۴۴)

جو بڑی بوڑھی عورتیں اور مرد اپنی عمر کے آخری دور میں کیا کرتے ہیں اور جوان آدمیوں کا سطحی نصایح کے طومار اور غیر اہم امور کو ادھر ادھر اکر ناک میں دم کر دیتے ہیں اس کتاب کے آخری حصہ کی سرخی "باث وم" ہے اور اس میں بھی اس قسم کی سطحی باتیں بیان کی گئی ہیں مثلاً فرماتے ہیں۔

"(۱) بہت جلدی جلدی کھانے سے لقمہ بغیر چبا ہوا پیٹ میں چلا جاتا ہے اور تخمہ یا ہیضہ پیدا کرتا ہے۔"

"(۲) تفریح کیلئے کچھ وقت ہونا تو چاہئے مگر آٹھ گھنٹے میرے خیال میں بہت زیادہ ہیں۔"

(۳) کبھی دوسرے کی سفارش تمہیں وہ ترقی نہیں دلا سکتی جو تم اپنی محنت ولیاقت سے حاصل کر سکتے ہو۔ غرض کل کتاب اس قسم کی سٹھیائی ہوئی بکواس سے بھری ہوئی ہے افسوس یہ ہے کہ قابل مترجم نے ترجمہ بھی معلوم ہوتا ہے بہت جلدی میں کیا ہے جس طرح طباعت کی بے احتیاطی اور اغلاط سے یہ نکمی سی کتاب لاامال نے اسی طرح بھونڈے ترجمے نے اسکو اور بھی بے لطف کر دیا ہے۔

اس کتاب کے دیباچہ کے پڑھنے میں ایک خاص لطف انگریز مصنفین کے دیباچوں میں بھی آیا۔ انگریز مصنفوں اور عموماً گھٹیا درجہ کے مصنفوں کا ایک خوشگوار فرض یہ بھی ہے کہ وہ دیباچوں میں اپنی بیوی کی دستگیری اور بے حد روانہ امداد کا اقرار کریں چنانچہ خوش قسمت اور قابل مترجم فرماتے ہیں۔

"مئی ۱۹۲۳ء کی تعطیل کلاں کوہ منصوری کی روح افزا ہوا میں میں نے ترجمہ پورا کیا اور بہت کچھ میری اہلیہ نے اسے تکمیل کو پہونچایا۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر وہ توجہ نہ کریں اور شریک کار نہ ہوتیں تو میرے کتنے ہی تراجم و مسودے جیسے نامکمل پڑے ہوئے ہیں یہ مسودہ بھی دھرا رہ جاتا۔ خدا کرے کہ جلد مسلمان بیویاں عموماً اپنے شوہروں کے ساتھ تخلیق ذہنی میں بھی شریک کار ہونے لگیں اور ایسی مشترکہ کوششوں کا نتیجہ بشیر شوہر سے زیادہ مفید اور کارآمد ہوا ہیں۔"

ہمارا نقطۂ نظر

مشیر شوہر

مترجمہ مولوی محمد اکرام عالم صاحب بی اے وکیل بدایوں -

مترجم صاحب دیباچہ میں فرماتے ہیں :-

"اصل کتاب کے مصنف مسٹر کابٹ ایک مشہور امریکن اہل قلم ہیں۔ میں نے انکی کتاب موسومہ اڈوائیس ٹو ینگ مین کے صرف ایک حصہ کا ترجمہ کیا ہے جس میں تعلقات زناشوی پر بحث کی گئی ہے"

تعلقات زناشوئی، پر لطف ترکیب ہے لفظ اول پہلی دفعہ تو ہمارے کان کھڑے ہوئے میاں بیوی کے تعلقات سے مراد ہے۔

امریکہ میں ہر مضمون پر سینکڑوں کتابیں روزانہ شایع ہوتی رہتی ہیں اور خصوصیت کے ساتھ صنفی تعلقات پر امریکن "اہل قلم" بہت خامہ فرسائی فرماتے رہتے ہیں مگر افسوس کیساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اس قسم کی کتابوں میں سے سو میں ایک بھی قابل التفات نہیں ہوتی عموماً سطحی اور سنی سنائی باتیں ادھر ادھر سے جمع کر کے ایک کتاب کی صورت میں شایع کردی جاتی ہیں اس قسم کے "مصنف" کوڑیوں کے سطر لکھنے والے ہوتے ہیں۔ ہمیں یہ معلوم نہیں کہ مسٹر کابٹ ایسے ہی مصنفین میں سے ہیں یا نہیں۔ ان کی کتاب کے ایک حصہ کے ترجمہ کو اس موقع پر ہم جانچنے کی کوشش کرتے ہیں اور یہ دیکھینگے کہ آیا ان کی تصنیف کہاں تک انہیں مشہور اہل قلم ثابت کرتی ہے۔

پہلے ہی صفحہ پر انتخاب زوجہ کے تحت مسٹر کابٹ اردو لباس میں یوں فرماتے ہیں :-

"میرا خطاب ان نوجوانوں سے نہیں ہے جن کا مقصود زندگی محض حظ نفسانی ہو نہ میری تحریر ان حضرات سے متعلق ہے جو مصالحت کر لیں دین کا سودا بنانا چاہتے ہوں اور تعلق زوجیت سے مالی نفع و نقصان کے امید وبیم میں مبتلا ہوں میرا روئے سخن ان لوگوں سے ہے جو "شادی" کو اس کے اصلی معنے میں شادی بنانا چاہتے ہیں"

....

ترجمہ کے پس پیش پن اور آخری جملے کے ترجمہ کی صحت سے۔ کیونکہ انگریزی میں "مارِیج" کے معنے شادی خوشی کے نہیں ہیں قطع نظر کر لی جائے تو سب سے پہلے یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ بیاہنے، کی غرض وغایت یہ سرے سے ہے ہی نہیں کہ آدمی کو شادی نصیب ہو نکاح صرف اس لئے کیا جاتا ہے کہ بدقسمتی سے انسان اسپر مجبور ہے کہ اس قسم کا تعلق پیدا کرے اور انسان مجبور اس لئے ہے کہ فطرت انسانی نسل کو توالد و تناسل کے ذریعہ ہی قایم رکھ سکتی ہے یہی ایک ہتیار ہے جو موت کا ادھورا مقابلہ کر سکتا ہے۔ ادھورا ان معنوں میں کہ ہر فرد بشر خود تو موت کے چنگل سے نہیں بچ سکتا

البتہ بالفاظ مترجم تعلقات زناشوئی کی مدد سے اتنا کرسکتا
ہے کہ اپنا چربہ اولاد کی صورت میں چھوڑ جائے آدمی مجبور رہتا ہے
کہ صنف نازک سے محض حظ نفسانی کی تحریک پر تعلق پیدا
کرے اور ساتھ ہی آدمی کی حماقت یا غیرت اس کی
متقاضی ہے کہ جس عورت سے تعلق پیدا کرے اسے
حتی الامکان اپنا ہی بنالے۔ اسی وجہ سے مناکحت
اور اس کے مختلف اقطاع عالم میں مختلف قوانین معرض
وجود میں آئے۔ مناکحت مجبوری کی ایک شکل ہے
اس سے یہ منشا ہی نہیں کہ چین نصیب ہو۔ مناکحت
کو اردو میں شادی کہتے ہیں اور یہ کہنا بعینہ ایسا ہے
جیسا کہ ایک حبشی کا نام کافور رکھا جائے میاں بیوی
کا تعلق مصیبت کی ابتدا اور انتہا ہے۔ جہاں کسی
نے اس تعلق کو پیدا کیا اور پھر گوارا دو میں اصطلاحاً
اسے شادی کہا جائے لیکن دراصل وہ ایک بھلے
چنگے خوش و خرم نوجوان کی "شادی" کا ہمیشہ کیلئے
خاتمہ ہے۔ مسٹر کابٹ یا انکے مترجم صاحب اصلی
معنے میں "شادی" نہ جانے کس چیز کو سمجھتے ہیں واقعہ
یہ ہے کہ بیاہ ایک مسلسل عمر بھر کی مصیبت ہے جو محض
حظ نفسانی کی ناگذیر مجبوری اور اپنی ملک بنانیکے
زبردست خبط نے بیچارے انسان کے گلے ڈالی ہے
مسٹر کابٹ ناصحانہ شان سے آگے فرماتے ہیں
"یاد رکھو کہ مناکحت سے ایک ایسا [illegible] پیدا ہوتا ہے
جو عمر بھر قائم رہتا ہے اور اس پر تمہاری
زندگی یا شخصیت کا انحصار ہے مناکحت سے

ساتھ ساتھ بہت سے تفکرات بھی آتے ہیں مگر
بے شمار مسرتیں جو متاہل زندگی کی ہمرکاب ہوتی
ہیں ان تفکرات کا نعم البدل ثابت ہوتی ہیں۔"
ہم مسٹر کابٹ سے بے شمار مسرتوں میں سے
چند مسرتیں دریافت کرنی چاہتے ہیں اور یہ بھی
پوچھنا چاہتے ہیں کہ وہ مسرتیں کن کن تفکرات کا
نعم البدل ہیں زیادہ صحیح یہ ہوگا کہ مناکحت میں چند
مسرتیں بھی ہیں لیکن بے شمار تفکرات اور یہ چند مسرتیں
ان تفکرات کا کسی طرح نعم البدل نہیں ہو سکتیں
بلکہ مناکحت کے بغیر آدمی ان چند مسرتوں کو بہت
کم تفکرات کے ساتھ حاصل کرسکتا ہے۔ غرض ان سنی
سنائی زبان زد عام غلط باتوں کو دہرا کر مسٹر کابٹ
عورت کے ان اوصاف کو گنواتے ہیں جو ایک عورت
کے عمدہ زوجہ بننے کیلئے ان کے خیال میں ضروری ہیں
ان اوصاف کی تعداد ہے۔ سب سے پہلی صفت عفت
اور آٹھویں حسن ہے اور یہ ساری صفات ایسی ہیں کہ
ان کا کوئی معیار معین نہیں ہو سکتا۔ بڑی غلطی اس
فہرست میں یہ ہے کہ حسن کو آخری صفت قرار دیا گیا ہے
حالانکہ حسن پہلی صفت ہونی چاہئے کیونکہ ہمارے
دائرہ حسیات میں یہی پہلی شے ہے جو آسکتی ہے
ہر صفت کا مسٹر کابٹ نے جداگانہ گوہر افشانی کی ہے
اور سب کچھ پڑھنے کے بعد بھی انسان حیران رہجاتا ہے
کہ مصنف صاحب نے کونسی ایسی بات بتائی ہے
جو دلنشین ہو اور جس سے کوئی علمی فائدہ اٹھا سکے

ہماری نظر میں انتخاب زوجہ کا معاملہ ہند و پنجاب
مشورہ اور شیہ کی دسترس سے باہر ہے، جب ہستی کا
عار خانہ نوبت بجانے لگتا ہے تو پھر مشیر عقل کی طوطی
کی آواز کون سنتا ہے مسٹر کابٹ اور انکے مترجم
کی دماغ پاشیاں سب یوں کی یوں ہی رہ جاتی ہیں
ایک اور نکتہ یہاں یہ عرض کرنے کے قابل ہے کہ مترجم
صاحب نے اس بات کو بھلا دیا ہے کہ انتخاب زوجہ ہندوستان
میں اور طرح ہوتا ہے اور اسیطرح زوجہ کے اوصاف
بھی یہاں وہ کے وہ نہیں ہیں جو امریکہ میں خیال
کئے جا سکتے ہیں۔ امریکہ میں ایک لڑکی کی جو حرکات
عفت کے دایرہ میں سمجھی جائینگی وہ ہندوستان
میں شریف لڑکیوں کے لئے ڈوب مرجانیکے لئے کافی
ہیں۔ اس کتاب کا یہ حصہ نہایت سطحی اور اکثر و بیشتر
بھرتی کا ہے پھر ایک حصہ شروع ہوتا ہے اس حق سے
"شوہر کو مشورہ"۔

مسٹر کابٹ اس رمز سے آگاہ نہیں ہیں کہ سب سے
زبردست مشورہ شوہر کیلئے یہ ہو سکتا ہے کہ اس کو
میاں بیوی کے خاص تعلق کی علمی باتیں ذہن نشین
کرائی جائیں اسکو سمجھایا جائے کہ ہستی کی [illegible] ہم بستری
کے بارے میں علمی نقطہ نظر سے کیا واقفیت ضروری ہے
ہمارے خیال میں اس قسم کی علمی معلومات شوہر کیلئے
نہایت ضروری ہیں اس لئے کہ اول تو عموماً شوہر
اس کوچہ سے نابلد ہوتے ہیں اور دوسرے یہ کہ ہزار
میں سے نو سو ننانوے شادیوں میں بدمزگی تنفر

اور بدسلوکی اس وجہ سے ہوتی ہے کہ صنفی رموز سے
ناواقفیت کی بدولت انجان طور پر طبیعتیں ایکدوسرے
سے کھٹکنے لگتی ہیں۔ صنفی امور کی آشنی اور مطابقت
کے صورت میں بہت سی ایسی اور باتیں جن پر
دوسرے میاں بیوی لڑ بیٹھتے ہیں خوش اسلوبی
سے طے پا جاتی ہیں۔ مسٹر کابٹ نے اپنی کتاب کے
اس حصہ میں بھی اصل چیز کو ہاتھ ہی نہیں لگایا۔
اخراجات میں اعتدال۔ طرز عمل کا تھامنا۔ وغیرہ جیسی
سطحی باتوں پر اپنا اپنے انگریز قارئین اور مترجم
اور انکی محترمہ بیگم صاحبہ اور ہندوستانی ناظرین کا
وقت ضایع کیا ہے۔

ہمیں مسٹر کابٹ کی ایک بات سے بڑا ہی
لطف آیا۔ فرماتے ہیں۔
"میں کبھی بی بی کے جلو میں نہیں پھرتا شاید ہی
کبھی ٹہلنے کو اس کے ہمراہ گیا ہوں اور یہ تو مجھے
عمر بھر میں ایک دفعہ بھی نہیں یاد کہ بی بی کو ساتھ لیکر
ہوا خوری کی غرض سے چہل قدمی کی ہو"

لطف اس میں یہ ہے کہ مسٹر کابٹ اپنی دانست میں
جدت فرما رہے ہیں محض اس لئے کہ یورپ اور امریکہ
کی ایک عام رسم کے خلاف لکھ رہے ہیں ہم یہ
مانتے ہیں کہ یہ بھی ایک جرأت کی بات ہے لیکن
ان [illegible] کے حق میں یہ جدت اور جرأت زیادہ
مفید ہوتی کہ دھر مرکی صنفی تعلق کے پردہ کی
باتوں پر عالمانہ نظر ڈالتے ایسی باتوں میں اپنا قلم